اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ ۔ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

17

الفضل

قادیان

تار کا پتہ الفضل قادیان

رجسٹرڈ ایل ۳۵

ہفتہ میں تین بار

ایڈیٹر:- غلام نبی

The ALFAZL QADIAN.

فی پرچہ ایک آنہ

قیمت سالانہ پیشگی بیرون ہند ۱۳

جلد ۲۱	مطابق ۸ مارچ ۱۹۳۴ء	یوم پنجشنبہ	۲۱ ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ	نمبر ۱۰۷

فہرست مضامین

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالٰے کے متعلق ۶۔ مارچ بوقت چار بجے بعد دوپہر کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے۔ کہ حضور کی صحت خدا تعالٰے کے فضل سے اچھی ہے:۔

حضرت میرزا شریف احمد صاحب فوجی ٹریننگ کے بعد انبالہ چھاؤنی سے واپس تشریف لے آئے ہیں:۔

جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ قریباً دس روز ایک سفر پر رہنے کے بعد قادیان آ گئے ہیں:۔

مجلس مشاورت ۳۴ء کا ایجنڈا معہ بجٹ تمام جماعتوں کو بھجوا دیا گیا ہے۔ اگر کسی جماعت کو نہ ملا ہو۔ تو وہ دفتر پرائیویٹ سکرٹری کو اطلاع دے کر منگوا سکتی ہے:۔

لوکل جماعت احمدیہ قادیان کا یوم التبلیغ

۴ر مارچ ۳۴ء کو لوکل جماعت احمدیہ قادیان نے غیر مسلموں میں تبلیغ اسلام کے لئے مندرجہ ذیل طریق عمل اختیار کیا:۔

یوم التبلیغ سے ایک دو روز قبل کام کی اہمیت اور تبلیغی وفود کی ترتیب و تعیین کو مدنظر رکھتے ہوئے قادیان کے مضافات کو آٹھ حلقوں میں تقسیم کیا گیا۔ اور ہر حلقہ میں قریباً سو سو افراد بھیجے گئے۔ جنہیں چار چار اشخاص کے وفود میں منقسم کر کے ہر گروپ کا ایک امیر مقرر کر دیا گیا۔ ۴ر مارچ بعد نماز فجر احباب اپنے اپنے محلوں کی مساجد میں اکٹھے ہوئے۔ اور دعا کر کے مقررہ نظام کے ماتحت تمام وفود قریب و بعید کے دیہات میں دس دس میل کے فاصلہ تک روانہ ہو گئے۔ اور بعض دیہات میں کام کی وسعت کو مدنظر رکھتے ہوئے دو دو یا تین تین گروپ روانہ کئے گئے۔ احباب نے صبح سے شام تک ہندوؤں۔ سکھوں۔ عیسائیوں اور اچھوتوں کو تبلیغ کی۔ جو زمیندار اپنے کھیتوں یا کنوؤں پر کام کاج میں مشغول تھے۔ انہیں اسی جگہ کلمۂ حق سنایا گیا۔ اور بہت سے گورمکھی اور اردو ٹریکٹ جو اس موقعہ کے لئے چھپوائے گئے تھے۔ دیہات میں تقسیم کئے گئے۔ اگرچہ بعض جگہ بعض فتنہ پردازوں نے مخالفت کی۔ اور سخت کلامی سے پیش آئے۔ مگر احباب کے ضبط و تحمل کے نتیجہ میں کوئی ناگوار واقعہ ظہور میں نہ آیا:۔

قادیان کے مقامی ہندوؤں۔ سکھوں۔ اور چوہڑوں وغیرہ کو بھی ان کے گھروں اور دوکانوں پر جا کر پچاس ساٹھ اصحاب نے تبلیغ کی۔ احمدی مستورات نے بھی تبلیغ اسلام میں حصہ لیا۔ اور ہندو و سکھ عورتوں کے علاوہ خاکروب عورتوں کو بھی دعوت اسلام دی۔

لوکل انجمن کے تبلیغی سکرٹری ملک فضل حسین صاحب نے چوہڑوں کے لئے جو ۷۰۔ ۸۰ کے قریب تھے۔ دعوت طعام کا انتظام کیا۔ جہاں حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی اور گیانی محمد دین صاحب نے تقریریں کیں۔ خاکروب عورتوں کی دعوت کا انتظام سیدہ ام طاہر حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اپنے مکان پر اپنے خرچ پر کیا۔ اس دعوت میں بھی ۸۰ کے قریب عورتیں شامل ہوئیں۔ کھانے کے بعد لجنہ اماء اللہ ممبرات اور حافظ

تبلیغی رپورٹ

احمدیہ مشن لنڈن کی تبلیغی رپورٹ

اس دفعہ ماہواری رپورٹ بھیجنے میں کچھ تاخیر ہو گئی ہے۔ اس لئے آخری رپورٹ کے بعد کے تمام واقعات مختصر طور پر درج ہیں۔

مختلف مضامین پر تقریریں

حسب دستور سابق ہر اتوار کو احباب باری باری تقریر کرتے رہے۔ چنانچہ عرصہ زیر رپورٹ میں مندرجہ ذیل احباب نے مندرجہ ذیل تقریریں کیں:۔

مسٹر ناصر باٹلے۔ :۔ کیا مسیح کا مشن عالمگیر تھا؟
ڈاکٹر سلیمان صاحب از جنوبی افریقہ :۔ نجات دہندہ کون ہے؟
مسز کون :۔ مسیح کا خون اور گوشت کھانیکا مسئلہ
میر عبد السلام صاحب بی۔ اے :۔ احمدؐ۔ اور یسوع
مسٹر محمد علی شاہ :۔ فاران کہاں ہے؟
مسٹر کون :۔ نئے عہد نامے کی تاریخ۔
صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب بی۔ اے :۔ آنحضرت صلعم اور یسوع کی تعلیم کا اُن کے تابعین پر اثر
خاکسار :۔ قرآن کریم کی بعض بے نظیر خوبیاں۔
مسٹر محمد عمر :۔ عیسائیت۔ اور تلوار

یہ تحریر کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ کہ چونکہ یہ تقریریں باقاعدہ پروگرام کے ماتحت جو نومبر کے شروع میں ہی تیار کیا گیا تھا۔ ہوئیں اس لئے ہر اک دوست نے اپنے مضمون کے متعلق اچھی طرح تیاری کی۔ اور ہر اک اجلاس میں سوال و جواب بھی ہوتے رہے۔ سوائے ایک تقریر کے باقی تمام کے بعد مکرم جناب درد صاحب بھی اسی موضوع پر تقریر کرتے رہے۔ اور اگر کسی سوال کا مناسب جواب نہ دیا گیا۔ تو احسن طور پر اس کا جواب دیتے رہے۔ آپ کے ریمارکس برمحل ہونے کے علاوہ اکثر بیان شدہ تقریروں کو مکمل کرنے کا ذریعہ ہوئے۔ جمعہ کے خطبوں میں آپ ضروری مسائل بیان کرتے رہے۔ اور رمضان شریف کے متعلق دو تین دفعہ اتوار کو بھی مسائل بیان کئے۔ عید کے دن آپ نے نہایت عمدہ خطبہ پڑھا۔ جس میں عید کی وجہ تسمیہ۔ اس کی اور روزہ کی فلاسفی پر بحث کی۔ اور بیان کیا۔ کہ دُنیا کا امن اسلامی تعلیم پر عمل کرنے اور اسلام کے دُنیا میں پھیلنے سے وابستہ ہے۔ عید میں ۵۰ سے زائد احباب آئے۔ کئی ایک غیر مسلموں نے بھی دلچسپی سے خطبہ سُنا :۔

سیرت النبیؐ کا جلسہ

۲۶۔ نومبر ۱۹۳۳ء کو سیرت النبیؐ کا جلسہ کیا گیا۔ جس میں ڈاکٹر ڈیسٹن نے جو ایک قابل عیسائی لیکچرار ہیں۔ اور ایک اور عیسائی دوست نے نیز ڈاکٹر سلیمان صاحب اور جناب درد صاحب نے تقریریں کیں۔ مکرم درد صاحب نے غلامی کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعلیم بیان کی جس میں بتایا۔ کہ حضور علیہ السلام نے کس طرح اس کو مٹانے کے لئے مختلف تدابیر اختیار فرمائیں :۔

ہائڈ پارک میں تقریریں

عرصہ زیر رپورٹ میں خاکسار نے ہائڈ پارک میں بھی چند تقریریں کیں۔ جن میں اسلام کی صداقت اور قرآن مجید کی خوبیاں۔ اور صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان کی۔ میرے ساتھ مسٹر عبد العزیز صاحب اسمٰعیل بھی تقریر کرتے رہے۔ میر عبد السلام صاحب بی۔ اے بھی آئے۔ اور انفرادی تبلیغ میں حصہ لیتے رہے :۔

تبلیغ بذریعہ خط وکتابت و گفتگو

اس کے علاوہ خط وکتابت کے ذریعہ تبلیغ کی گئی۔ ایک مصری اسی طرح ایک ہندوستانی کو جو کیمبرج تعلیم پاتے ہیں۔ اسلامی مسائل سمجھائے گئے۔ مسجد آنے والے نئے لوگوں کو تبلیغ کی جاتی رہی۔ ایک نوجوان مسٹر آلٹن سے ایک دن عیسائیت اور اسلام کے متعلق لمبی گفتگو ہوئی۔ ایک اور قابل ذکر شخص جو مشرقی زبانوں کے پروفیسر ہیں مسجد آئے۔ ان سے پہلے خاکسار اور پھر جناب درد صاحب تعلیمی اور مذہبی مسائل کے متعلق گفتگو کرتے رہے۔ اتوار کے علاوہ دوسرے دنوں میں بھی سبق پڑھائے جاتے رہے :۔

صاحبزادہ مرزا ظفر احمد صاحب کی آمد پر جلسہ

صاحبزادہ میاں ظفر احمد صاحب کی تشریف آوری پر ۳۔ دسمبر کے جلسہ میں دو نومسلموں نے آپ کو خوش آمدید کہا۔ اور مسرت کا اظہار کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک اور پوتے کو دیکھنے کا اللہ تعالیٰ نے انہیں موقعہ دیا ہے۔ جناب میاں صاحب مکرم نے مختصر الفاظ میں ان کا شکریہ ادا کیا۔

تلاوت قرآن

رمضان شریف میں شام کو ہم قرآن مجید کا ایک پارہ پڑھتے رہے۔ جسے سننے کے لئے بعض نومسلم بھی آتے رہے۔ اسی طرح صبح کو جناب میاں ظفر احمد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب حقیقۃ الوحی کا درس دیتے رہے۔

نومسلمین

ایک خاتون جس کو صوفی ازم سے دلچسپی ہے مسجد میں آتی رہی۔ خاکسار نے چند دنوں میں اسے اسلام اور احمدیت کے متعلق تفصیلی مسائل سمجھائے۔ بعض اور دوستوں اور جناب درد صاحب نے بھی اس کو تبلیغ کی۔ اور آخر کار وہ اسلام اور احمدیت میں داخل ہو گئی۔ دو اور انگریز جن کو جناب درد صاحب خط وکتابت کے ذریعہ تبلیغ کرتے رہے۔ داخل اسلام ہوئے۔ اور ڈاکٹر بہار دین صاحب جو جنوبی افریقہ سے یہاں تعلیم کے لئے آئے ہوئے تھے۔ احمدیت میں داخل ہوئے۔ ڈاکٹر سلیمان صاحب ان کو اکثر تبلیغ کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے۔ کہ وہ ان تمام کو استقلال عطا فرمائے حقیقی مسلمان بننے کی توفیق دے۔ اور دوسری سعید ارواح کو بھی علد از جلد حق کی شناخت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ خاکسار محمد یار عارف۔ (۲۳۔ جنوری ۱۹۳۴ء)

بلادِ عربیہ میں احمدیہ لائبریری

اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے اس جگہ ایک مکمل احمدیہ لائبریری قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ جس میں مطالعہ کے لئے سلسلہ کی ہر کتاب خواہ وہ کسی زبان میں ہو۔ موجود ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ دیگر اسلامی علوم کی کتابیں بھی ہونگی۔ علاوہ ازیں فروختنی کتب بھی رکھی جائیں گی۔ اور سلسلہ کا لٹریچر مفت تقسیم کرنے کی بجائے قیمتاً پھیلانے کی کوشش کی جایا کرے گی۔ اس اہم کار خیر کے لئے ہم جماعت احمدیہ کے ایثار پیشہ اصحاب سے مدد کا خواہاں ہوں۔ جس کی حسب ذیل صورتیں ہیں :۔

۱۔ اپنے خرچ پر اس لائبریری کے لئے کتب ارسال فرمائیں۔ جو آپ کے نام کے ساتھ ہمیشہ ذکر خیر کے طور پر اس جگہ موجود رہیں گی۔

۲۔ آپ کوئی رقم عنایت فرمائیں۔ جس سے آپ کی طرف سے مناسب کتب خرید کر لائبریری میں رکھی جائیں :۔

۳۔ آپ ہمیں مناسب کتابوں کے نام اور ان کی قیمتوں سے آگاہ فرمائیں :۔

۴۔ اگر آپ مصنف ہیں۔ تو ضرور ہی اپنی تصنیف کا ایک نسخہ اس لائبریری کو عطا فرمائیں :۔

ہم ہر کتاب شکریہ سے قبول کریں گے۔ ہاں عربی۔ اردو۔ انگریزی فارسی۔ اور عبرانی کے علاوہ ہر زبان کی کتاب کے متعلق مختصر واقفیت علیحدہ علیحدہ کاغذ پر ارسال کرنی ضروری ہوگی :۔

خدا تعالیٰ کی توفیق سے ہماری نیت یہ ہے۔ کہ ۱۹۳۴ء کے ختم ہونے سے پہلے پہلے لائبریری کافی طور پر مکمل ہو جائے۔ اس لئے ہم آپ کی مدد کے جلد منتظر ہیں۔ جملہ خط وکتابت کے لئے مستقل پتہ درج ذیل ہے :۔

ابو العطاء الجالندھری الاحمدی جبل الکرمل حیفا فلسطین

نوٹ :۔ ہندوستان سے فلسطین کے لئے خط پر ۳۔ ٹکٹ چسپاں کرنا ضروری ہے :۔ خاکسار اللہ دتا جالندھری

کالیکٹ (مالابار) کے مظلوم احمدیوں کے متعلق

جماعت احمدیہ انبالہ شہر کی قراردادیں

جماعت احمدیہ انبالہ شہر کا ایک غیر معمولی اجلاس ۲۳۔ فروری ۳۴ء کو زیر صدارت جناب بابو عبد الرحمٰن صاحب امیر جماعت احمدیہ منعقد ہوا جس میں باتفاق آراء حسب ذیل ریزولیوشنز پاس کئے گئے۔

۱۔ جماعت احمدیہ انبالہ کالیکٹ کے متعصب اور بے رحم مسلمانوں کے اس ظلم اور وحشیانہ سلوک کو جو ایک احمدی بھائی کی وفات پر کیا گیا۔ نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ اور سخت پروٹسٹ کرتی ہے (۲) گورنمنٹ سے درخواست کرتی ہے۔ کہ

الفضل
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نمبر ۱۰۷ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ | جلد ۲۱

حکومتِ کشمیر کا تشدّد
اور
مسلمانوں کی سول نافرمانی اور قانون شکنی

ریاست کی لاپرواہی

اگر حکومتِ کشمیر دُور اندیشی سے کام لیتی۔ سابقہ تجربہ سے فائدہ اٹھاتی۔ اور مسلمانوں کے خود تسلیم کردہ مطالبات صحیح معنوں میں پُورا کر دیتی۔ تو از سر نو کشت و خون اور جبر و تشدد تک نوبت نہ پہونچتی۔ اور ریاست میں اضطراب و بے چینی کی فضا نہ پیدا ہوتی۔ وُہ مسلمان جنہوں نے طرح طرح کے مظالم کا شکار ہونے وحشیانہ تشدد برداشت کرنے۔ گولیوں کا نشانہ بننے۔ بیواؤں اور یتیموں کی آہ و زاری کے دردناک شور کے دوران میں صرف ریاست کے وعدہ پر خاموشی اختیار کر لی تھی۔ اور حصولِ حقوق کے لئے مزید جدوجہد کرنے سے دست کش ہو گئے تھے۔ انہیں اگر ریاست عملی طور پر اپنے وعدہ کے ایفا کا ثبوت دیتی۔ تو قطعاً ناممکن تھا۔ کہ وُہ سر سے کفن باندھ کر پھر میدان عمل میں نکل آتے۔ اور ہر قسم کے تشدد کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیتے۔ مگر ریاست نے ان کی خاموشی سے غلط نتیجہ نکالا۔ اور جوں جوں مدتِ خاموشی میں اضافہ ہوتا گیا۔ وُہ مسلمانوں کے بارے میں زیادہ لاپرواہ ہوتی گئی۔ حتےٰ کہ اس کی مقرر کردہ فرنچائز کمیٹی نے جب اسمبلی کی ہیئت ترکیبی ایسی تجویز کی۔ جس میں مسلمانوں کی اکثریت کو ہمیشہ کے لئے اقلیت میں رکھنے اور بے اثر بنانے کے لئے کئی ایک شدید بے انصافیاں کی گئیں۔ تو مسلمانوں کا پیمانۂ صبر چھلک گیا۔ اور انہوں نے اپنے حقوق کے حصول کے لئے از سر نو سرگرم عمل ہونا ضروری سمجھا۔

بد سے بدتر حالات

اس مرحلہ پر ایک طرف تو ریاست نے پہلے سے بھی زیادہ تشدد سے کام لینا شروع کر دیا۔ اور دُوسری طرف چونکہ مسلمانانِ ریاست کو اس شدید مایوسی کی حالت میں صحیح راہ نمائی میسر نہ ہُوئی۔ اس لئے حالات روز بروز بد سے بدتر صُورت اختیار کرتے جارہے ہیں۔

ریاست کا تشدّد

ریاست نے جس قدر تشدد اختیار کر رکھا ہے۔ اس کا کسی قدر اندازہ اس تازہ اطلاع سے لگایا جاسکتا ہے۔ جو ۵۔ مارچ کے "پرتاپ" میں بایں الفاظ شائع ہُوئی ہے۔ کہ

"تحصیل پلوامہ میں آج تک تقریباً دس ہزار مسلمانوں کو بید زنی کی جاچکی ہے۔ مسجدوں کو قفل لگا دیئے گئے ہیں۔ عید گاہ کو جہاں گولی چلائی گئی تھی۔ تحصیلدار نیلام کر رہا ہے۔ گورنر کشمیر نے اعلان کیا ہے۔ جس کے ماتحت تمام اشخاص کو جن کے مکانوں۔ یا دوکانوں پر پوسٹر لگے ہُوئے ہیں۔ زیر دفعہ ۱۹- ایل مستوجب سزا قرار دیا گیا ہے۔"

تشدد کی ذمہ واری

یہ اطلاع ایک چھوٹے سے علاقہ کے متعلق ہے۔ اور دوسرے علاقوں میں بھی یہی طریقِ عمل جاری ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کہ مسلمانانِ کشمیر پر کیا کچھ گزر رہی ہے۔ اور انہیں کس طرح تشدد کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔ ریاست کی یہ پالیسی نہایت ہی قابلِ افسوس ہے اور زیادہ افسوس اس بات کا ہے۔ کہ یہ سب کچھ ایک انگریز وزیرِ اعظم کے دورِ حکومت میں ہو رہا ہے۔ اور ہندو یہ کہکر خوشیاں منا رہے ہیں کہ "کشمیر کے حالات روز بروز نازک صورت اختیار کر رہے ہیں وہاں کی گورنمنٹ جس کی باگ ڈور اس وقت ایک انگریز وزیرِ اعظم کے ہاتھ میں ہے۔ پُورے زور سے ان طاقتوں کا مقابلہ کر رہی ہے۔ جو اس کے خلاف کھڑی ہو رہی ہیں۔ اس وقت تک اس نے جس پالیسی پر عمل کیا ہے۔ وُہ صاف ظاہر کرتی ہے۔ کہ اب حکومتِ کشمیر کبھی بھی طاقت کے آگے سر نہ جھکائے گی۔ وُہ زمانہ گیا۔ جب مسلمانوں نے ایک ہندو وزیرِ اعظم کو ڈرا دھمکا کر اپنا مطلب نکالنے کی کوشش کی تھی۔ اب اس جگہ ایک انگریز ہے جو اینٹ کا جواب پتھر سے دینا جانتا ہے۔" (پرتاپ ۵ مارچ)

ان الفاظ میں جہاں مسلمانوں کے خلاف نیش زنی کی گئی ہے وہاں یہ بھی اعتراف کیا گیا۔ کہ حکومت کشمیر پہلے سے بہت زیادہ مسلمانوں پر تشدد کر رہی ہے۔ اور "سخت گیرانہ پالسی پر عمل کیا جارہا ہے" جس کا ذمہ دار انگریز وزیرِ اعظم بتایا جارہا ہے۔

سِول نافرمانی اور قانون شکنی

ایسی حالت میں مسلمانانِ کشمیر کو بہت سمجھ سوچ کر قدم اٹھانے۔ اور ایسا طریق عمل اختیار کرنے کی ضرورت تھی جس سے ان کی مظلومیت اور بے کسی دُنیا پر ظاہر ہو سکتی۔ اور انصاف پسند طبائع ان کی ہمدردی پر مائل ہو سکتیں۔ لیکن نہایت ہی رنج و افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ ریاست کی مسلسل بے التفاتی۔ اور اس کے بعد انتہائی تشدد نے مُسلمانوں کو ایسی راہ پر ڈال دیا ہے۔ جو اگرچہ آج کل کی سیاسیات میں عام ہو چکی ہے۔ لیکن نہایت ہی نقصان رساں۔ اور تباہ کُن ہے یعنی سول نافرمانی اور قانون شکنی۔ چنانچہ جموں کے متعلق ایک خبر جو ہمیں بذریعہ تار موصُول ہُوئی۔ اور جسے گزشتہ پرچہ میں درج کیا جاچکا ہے۔ مظہر ہے۔ کہ تین مارچ سے مسلمانوں نے جموں میں سول نافرمانی شروع کر دی ہے۔ اور جموں کے علاوہ دُوسرے مقامات میں بھی مختلف قوانین کی خلاف ورزی کی جارہی ہے۔ اگر اس وقت مسلمانانِ ریاست کی راہ نمائی کا کام کسی ہمدرد دُور اندیش اور کام کرنے والی پارٹی کے ہاتھ میں ہوتا۔ تو وُہ قطعاً اس آگ میں مسلمانانِ ریاست کو نہ کُودنے دیتی۔ اور اس سے باز رکھنا کوئی مشکل بھی نہ تھا۔

برطانوی ہند میں قانون شکنی کی ناکامی

گاندھی جی۔ اور دُوسرے کانگرسی لیڈروں کی راہ نمائی میں سول نافرمانی اور قانون شکنی کا جو انجام برطانوی ہند میں ہو چکا ہے۔ اس سے بچہ بچہ واقف ہے۔ اور آج یہ حالت ہے۔ کہ ایک طرف تو گاندھی جی معہ کانگرس اس تحریک سے کلیتہً علیحدگی اختیار کر چکے ہیں۔ اور دوسری طرف اس کے تباہ کن اثرات ہر جگہ نظر آرہے ہیں۔ اور بڑے بڑے عدم تعاونی لیڈر کھُلم کھُلا اعتراف کر رہے ہیں۔ کہ اس تحریک نے ہندوستان کو اس قدر نقصان پہونچایا ہے۔ جس کی تلافی سالہا سال تک نہیں ہو سکے گی۔ پس جب کانگرس جیسی با اثر اور بارسُوخ پارٹی جس میں تمام چوٹی کے سیاسی لیڈر شریک تھے۔ اور گاندھی جی ایسا انسان جس کے اشارہ پر ہزارہا انسانوں نے اپنے آپ کو۔ اور اپنے متعلقین کو تباہ کر لیا۔ سول نافرمانی اور قانون شکنی میں سخت ناکام ہو چکے ہیں۔ تو بھلا ریاستِ کشمیر کے بے کس اور بے بس مُسلمان کس شمار و قطار میں ہیں۔ کہ انہیں کامیابی حاصل ہو سکے۔ اور وُہ اپنا مدعا پا سکیں۔

کھُلی ہوئی مثال اور مسلمانانِ ریاست

برطانوی ہند میں سول نافرمانی۔ اور قانون شکنی کرنے والوں کو کیا ملا۔ یہی کہ جانی اور مالی نقصان۔ اور اس کا انجام کیا ہُوا۔ یہ کہ آج سول نافرمانی کو تہ کرکے رکھ دیا گیا ہے۔ اور کوئی اس کا نام لیوا نظر نہیں آتا۔

پس سول نافرمانی۔ اور قانون شکنی کے ذریعہ حاصل ہونے والی تباہی و بربادی کی ایسی واضح اور روشن مثال کے موجود ہوتے ہوئے اسے اختیار کرنا آزمودہ را آزمودن کا مصداق بننا نہیں۔ تو اور کیا ہے۔ لیکن افسوس کہ ایسی کھلی ہوئی بات مسلمانان ریاست جموں کو کیوں نظر نہ آئی۔ اور انہوں نے یہ جانتے ہوئے۔ کہ وہ تنظیم ۔جوش۔ دولت اور تعداد کے لحاظ سے برطانوی ہند کے قانون شکنوں کے مقابلہ میں کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتے۔ کیوں اس آگ میں گرنے کی جرأت کی ؟

ریاستی مسلمانوں کے مشیر کہاں ہیں؟

لیکن اگر ریاست کی اشتعال انگیزیوں اور جبر و تشدد نے انہیں قانون شکنی کے انجام سے لاپروا بنا دیا تھا۔ تو ان لوگوں کو کیا ہوگیا۔ جو ان کے حقیقی ہمدرد اور مشیر بنے بیٹھے ہیں۔ انہوں نے کیوں اس تباہ کن غار میں انہیں گرنے سے نہ روکا۔ آل انڈیا کشمیر کمیٹی جب تک حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی صدارت میں کام کرتی رہی۔ باوجود نہایت نازک سے نازک مواقع آنے کے مسلمانان ریاست جموں و کشمیر کو قانون شکنی کے قریب نہ جانے دیا گیا۔ اور اس بات کا اعتراف سابق کشمیر کمیٹی کی خدمات کے سلسلہ میں مخالفین تک نے کیا۔ لیکن افسوس کہ اب مسلمانان ریاست کو اس سخت نقصان رساں طریق سے نہ روکا گیا۔ اور انہیں بہت بڑے خطرات میں مبتلا کر دیا گیا ۔

مسلمانانِ ریاست کو مشورہ

ہم سب سے بڑھ کر اس بات کی خواہش رکھتے ہیں۔ کہ مسلمانان ریاست جموں و کشمیر کو اپنے ملکی و سیاسی و مذہبی حقوق حاصل کرنے میں کامیابی حاصل ہو۔ اور ہماری جماعت اس کے لئے جس قدر قربانی و ایثار کا ثبوت پیش کر چکی ہے۔ وہ اپنی مثال آپ ہی ہے۔ اور ہم آئندہ بھی ہر قسم کی امداد دینے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن جس چیز کو ہم مسلمانان ریاست کے لئے نقصان رساں اور تباہ کن سمجھتے ہیں۔ اور جس کی تباہی عقلی لحاظ سے ہی نہیں۔ بلکہ تجربہ کے ذریعہ بھی پایۂ ثبوت کو پہونچ چکی ہے۔ اس کے خلاف آواز اٹھانا۔ اور اس سے باز رہنے کا مشورہ دینا ہم ضروری خیال کرتے ہیں۔ اسی لئے ہم مسلمانان ریاست سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ جس قدر جلد ممکن ہو۔ سول نافرمانی۔ اور قانون شکنی سے دست بردار ہو جائیں۔ اور اس طرح اپنی طاقتوں کو ضائع کرنے۔ اور اپنے آپ کو مبتلائے مصائب کرنے کی بجائے آئینی جد و جہد پر زور دیں۔ بے شک یہ راستہ بھی آسان نہیں۔ اس کے لئے بھی بڑے عزم اور بڑی ہمت کی ضرورت ہے۔ اور ہر قسم کے مصائب برداشت کرنے ضروری ہیں۔ لیکن یہ کامیابی کے بہت قریب ہے۔ اور ہر انصاف پسند کی ہمدردی ان کے ساتھ ہوگی۔ نیز حکومت کے لئے بھی ممکن نہیں ہے۔ کہ آئینی جد و جہد کے مقابلہ میں تشدد اور جبر کو زیادہ دیر تک جاری رکھ سکے لیکن ایسے مقابلہ میں قانون شکنی ایسی حرکت ہے جو حکومت کو ہر قسم کے تشدد میں حق بجانب قرار دیتی ہے۔

پیشتر اس کے کہ وہ اندوہ ناک وقت آئے۔ جب مسلمانانِ ریاست قانون شکنی اور سول نافرمانی کی وجہ سے نڈھال ہو کر گر جائیں۔ اور ان کی حالت ان لوگوں سے بھی بدتر ہو جائے۔ جو برطانوی ہند میں قانون شکنی کا خمیازہ بھگت رہے ہیں۔ اور اپنی تباہی و بربادی پر آنسو بہا رہے ہیں۔ اور اب قانون شکنی کا نام تک نہیں لیتے۔ ابھی سے سنبھل جانا چاہیئے۔ اور اس تباہ کن راستہ سے اپنے قدم پیچھے ہٹا لینے چاہئیں ۔

ریاست کو مشورہ

اس کے ساتھ ہی ہم ریاست کو بھی مشورہ دیتے ہیں۔ کہ وہ تشدد اور سختی سے اپنا ہاتھ اٹھا لے۔ مسلمانوں کے مطالبات پر ہمدردی سے غور کرے۔ اور ان کی شکایات کو دور کر کے پُر امن فضا پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ تا کہ حالات نازک سے نازک ترین صورت اختیار نہ کریں۔

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب سے

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے دل میں جب اپنی عادت۔ اور خصلت سے مجبور ہو کر جماعت احمدیہ کے خلاف بدزبانی کرنے کا اُبال اٹھتا ہے۔ تو اس کے لئے اس قسم کا بہانہ تراش لیتے ہیں۔ کہ "بعض دوستوں نے ضروری سمجھا۔ کہ میں اپنی رائے کا اظہار کروں" یا یہ کہ "بعض احباب کے اصرار پر میں کچھ عرض کرنے لگا ہوں" اول تو یہی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ کہ غیر مبایعین اپنے "حضرت امیر" کو نظر انداز کر کے ڈاکٹر صاحب کے متعلق یہ کیوں ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ وہ اپنی رائے کا اظہار کریں۔ اور کیوں اصرار کر کے انہیں "کچھ عرض کرنے" پر آمادہ کر دیتے ہیں لیکن اگر ان کے نزدیک "حضرت امیر" برائے نام ہیں۔ برائے کام نہیں۔ اور وہ بات بات پر ڈاکٹر صاحب کے پاس دوڑے آتے ہیں۔ تو کیوں ڈاکٹر صاحب یہ بات ان کے ذہن نشین نہیں کر دیتے۔ جو ہمیں سناتے ہیں۔ کہ "حضرت امیر ایدہ اللہ کوئی گمنام آدمی نہیں ہیں۔ ان کی تحریروں۔ اور تقریروں سے آج ایک عالم فیضیاب ہے۔ ان کی علمی قابلیتوں اور دلائلِ عقلی و نقلی کا ایک زمانہ معترف ہے" (پیغام ۳۔ مارچ) اور کیوں اپنے "حضرت امیر" کا صرف ڈھنڈورہ پیٹنے کی بجائے اپنے احباب کو ان کی تحریروں۔ اور تقریروں سے فیضیاب ہونے کا موقعہ نہیں دیتے ۔

لیکن اگر ڈاکٹر صاحب خود ہی پیش پیش رہنا چاہتے اور یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ کہ "حضرت امیر" کی نسبت ان کی طرف لوگوں کا رجوع زیادہ ہے۔ تو کیا وہ بتا سکتے ہیں۔ کہ کئی نہایت اہم باتیں جو مولوی محمد علی صاحب کی ذات سے متعلق "الفضل" میں شائع ہوتی ہیں ان کی نسبت ڈاکٹر صاحب کے دوست کیوں ضروری نہیں سمجھتے۔ کہ وہ اپنی رائے کا اظہار کریں۔ یا خود ڈاکٹر صاحب ہی اظہار رائے سے کنی کتراتے ہیں۔ اگر اول الذکر امر درست ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ان لوگوں کے نزدیک مولوی محمد علی صاحب کی وقعت اتنی بھی نہیں۔ جتنی "تنظیمی بیعت" کی ہو سکتی ہے۔ کہ اس کے لئے تو انہوں نے ضروری سمجھا۔ ڈاکٹر صاحب اپنی رائے کا اظہار کریں۔ لیکن مولوی صاحب سے متعلق کسی بات کی وضاحت کرانے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ اور اگر ضرورت سمجھتے ہیں۔ تو ڈاکٹر صاحب تیار نہیں ہوتے۔ ورنہ کیا وجہ ہے۔ کہ مولوی صاحب کے متعلق ہم جو نہایت اہم معمے پیش کر چکے ہیں۔ ان کے حل کی طرف توجہ نہیں کی جاتی۔ اگر ڈاکٹر صاحب موصوف کی نظر سے وہ مضمون نہ گزرا ہو۔ (حالانکہ کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ کہ جب اور مضامین وہ پڑھتے رہتے ہیں۔ تو یہ خاص مضمون کیوں نہ پڑھا ہو۔) تو براہ مہربانی اب پڑھ لیں۔ اور جو باتیں دریافت کی گئی ہیں۔ ان کا جواب دیں۔ مثلاً یہ کہ (۱) جب مولوی صاحب پر بحیثیت امیر جماعت بہت سے بہتان لگائے گئے۔ تو انہوں نے صرف انجمن کی صدارت سے کیوں استعفےٰ دیا؟ اور کیوں امارت سے دستبردار نہ ہوئے۔ (۲) کیا کامل تفتیش کی یہی صورت ہوا کرتی ہے۔ کہ :۔ تفتیش کنندہ پارٹی زیر الزام شخص کے قریبی رشتہ داروں۔ ماتحت ملازمین۔ اور رازدار دوستوں پر مشتمل ہو۔ (۳) یہ کہ سب معاملات کی کیوں تحقیقات نہ کی گئی۔ اور کیوں صرف ایک وقتی معاملہ کی تحقیق تک اسے محدود رکھا گیا (۴) وہ لوگ جنہوں نے "حضرت امیر" پر بہت سے بہتان لگائے۔ وہ اگر سچے نہ تھے۔ تو ان کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا۔ ان کے متعلق کیوں کوئی اعلان نہیں کیا گیا۔ اور نہ اب تک انہیں علیحدہ کیا گیا ہے ۔

ریلوے کے ٹھیکے اور مسلمانوں کی حق تلفی

نارتھ ویسٹرن ریلوے کے سٹیشنوں اور گاڑیوں میں کھانے پینے کی اشیاء کے متعلق جو ٹھیکے دیئے جاتے ہیں۔ ان میں مسلمانوں کو قطعاً نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اور اس طرح نہ صرف کاروباری مسلمانوں کو باوجود کام کرنے کی قابلیت رکھنے اور صاحب جائداد ہونے کے فائدہ اٹھانے سے محروم کر دیا جاتا ہے بلکہ مسلمانوں کو دوران سفر میں کھانے پینے کی چیزیں ہندوؤں کے ہاتھ سے لے کر کھانے یا نہ کھانے کی صورت میں تکلیف اٹھانے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ مثلاً نارتھ ویسٹرن ریلوے کے حکام تمام ریلوے ٹرینوں پر مسافروں کو برف اور سوڈا واٹر بہم پہونچانے کے لئے ہر سال چار ٹھیکیدار مقرر کرتے ہیں (۱) لاہور سے پشاور وغیرہ۔ (۲) لاہور سے دہلی براستہ فیروزپور وغیرہ۔ (۳) لاہور سے دہلی براستہ انبالہ وغیرہ (۴) لاہور سے کراچی و کوئٹہ۔ یہ ریلوے پنجاب۔ سرحد۔ بلوچستان اور سندھ میں پھیلی ہوئی ہے۔ جہاں کی آبادی میں مسلمان ۷۵ فیصدی سے کم نہیں لیکن یہ سارے کے سارے ٹھیکے ہندوؤں اور سکھوں کو دیئے گئے ہیں۔ چونکہ ہندو مسلمانوں کے ہاتھ کی بنی ہوئی کوئی کھانے پینے کی چیز کھانا گوارا نہیں کرتے۔ اور اس طرح مسلمانوں کی تحقیر و تذلیل کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اس لئے مسلمان بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ ایسے ہندوؤں کے ہاتھ سے کوئی چیز لے کر استعمال نہ کریں۔ اور ہر سچے مسلمانوں میں یہ تحریک جاری ہے لیکن

مسجد سیّدنا محمود کا افتتاح

فلسطین میں جماعت احمدیہ کی پہلی مسجد

کوہ کرمل کی حیثیت

ارض مقدسہ فلسطین میں کوہ کرمل کو ایک خاص حیثیت حاصل ہے۔ الیاس نبی کا مقام اسی پہاڑ پر ہے۔ خضر کے نام پر بھی ایک مقام اس جگہ موجود ہے۔ غرض یہود نصاریٰ اور مسلمانوں کا کسی نہ کسی رنگ میں اس پہاڑ سے خاص تعلق ہے۔ اسی پہاڑ پر کبابیر کی بستی آباد ہے۔ اس بستی کے باشندوں کو یہ سعادت حاصل ہوئی۔ کہ بلاد عربیہ میں سب سے پہلے بحیثیت مجموعی قریباً سارا گاؤں احمدیت میں داخل ہوا ہے۔ یہ جگہ ایک خوشنما محل اور سرسبز موقع پر واقع ہے؛

مسجد بنانے کا عزم

کوہ کرمل پر عیسائیوں کے گرجے ہیں۔ یہودیوں کی عبادتگاہیں ہیں۔ لیکن مسلمانوں کی کوئی مسجد نہ تھی۔ آج سے تین برس پیشتر جماعت احمدیہ کبابیر اور حیفا نے ایک نہایت موزوں محل پر مسجد بنانے کا عزم کیا۔ اس ملک کے اخراجات کے پیش نظر اس جگہ مسجد بنانا قریباً طاقت سے بڑھ کر بوجھ تھا۔ کیونکہ ان علاقوں میں جماعتیں ابھی ابتدائی حالت میں ہیں۔ اور مالی حالت بھی اچھی نہیں ہے۔ لیکن اللہ تعالےٰ کا ہزار ہزار شکر ہے جس نے محض اپنے فضل سے غریب جماعت کو عظیم الشان مسجد قائم کرنے کی توفیق بخشی؛

مسجد کا افتتاح

مورخہ ۳ اپریل ۱۹۳۱ء بروز جمعہ جناب مولوی جلال الدین صاحب شمس مولوی فاضل احمدی مبلغ نے تمام احباب جماعت کی موجودگی میں اس مسجد کا بنیادی پتھر رکھا۔ اور اخلاص بھرے دلوں کے ساتھ احباب مسجد بنانے میں مصروف ہو گئے۔ ماہ اکتوبر ۱۹۳۱ء میں خاکسار یہاں آیا۔ اور مولوی صاحب موصوف ہندوستان تشریف لے گئے۔ مسجد کی تکمیل کا کام آہستہ آہستہ جاری رہا۔ حتیٰ کہ دسمبر ۱۹۳۲ء میں مسجد بالکل مکمل ہو گئی۔ اور ۳۰ دسمبر ۱۹۳۲ء کو اس عاجز نے مسجد کا باقاعدہ افتتاح کیا۔ اور تمام دوستوں سمیت دعائیں کی گئیں۔ کہ اللہ تعالےٰ اس مسجد کو ہمیشہ آباد رکھے۔ اور عبادت و ذکر الٰہی کرنے والے انسان تا قیامت اس جگہ موجود رہیں؛ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ آمین

تعمیر مسجد میں حصہ لینے والے

بلاد عربیہ کی قریباً تمام جماعتوں نے تعمیر مسجد کے چندہ میں حصہ لیا۔ دمشق۔ حمص۔ برجا۔ بغداد۔ قاہرہ۔ حیفا۔ کبابیر کے اصحاب نے مقدور بھر چندہ دیا ہے۔ اس کے علاوہ بعض ہندوستانی دوستوں نے بھی اسکندریہ اور لندن سے بذریعہ چندہ مدد کی۔ جزاھم اللہ خیراً

اہل کبابیر نے علاوہ اس کے کہ چندہ کا بیشتر حصہ دیا مسجد کی عمارت بھی اپنے ہاتھوں سے بنائی۔ چنانچہ مسجد کی تکمیل میں اتنے لمبے عرصہ کے التواء کا سبب مالی حالت کی کمزوری کے علاوہ اہل کبابیر میں سے معماروں اور دوسرے دوستوں کا اپنے دیگر کسب معاش کے کاموں میں مشغول ہونا بھی تھا۔ خدا کے فضل سے مخلصین اپنے کام چھوڑ کر خدا کے گھر کے بنانے میں منہمک رہے بوڑھوں جوانوں۔ بچوں اور عورتوں سب نے مقدور بھر اس مسجد کی تکمیل میں حصہ لیا۔ احمدی بہنیں اور بچے پہاڑ کے نیچے وادی کے چشمہ سے پانی لانے اور چھوٹے چھوٹے سنگریزوں کو جمع کرنے کا فرض ادا کرتے تھے۔ یوں تو کسی فرد نے بھی کوتاہی نہیں کی۔ لیکن خاص طور پر قابل ذکر کوشش اخویم الشیخ صالح اور الشیخ احمد الحاج عبد القادر اور ان کے بیٹوں السید محمد صالح اور السید عبد القادر صالح کی ہے۔ آخر الذکر دوست نے فن عمارت میں خاص ملکہ حاصل کیا ہوا ہے۔ چنانچہ ہمیں کسی بیرونی شخص یا انجنیر کی مدد کی ضرورت نہ رہی۔ اس نے خود ہی سب کام سرانجام دیئے۔ خصوصاً مسجد کے عالیشان اور خوشنما گنبد کا کام دیکھ کر تو ہر شخص اس کی قابلیت کی داد دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ ان اور دوسرے تمام مخلصین کو ان کی کوششوں کا اجر عظیم بخشے۔ آمین

مسجد کی جائے وقوع

مسجد اپنے موقعہ کے لحاظ سے بھی جاذب النظر ہے۔ جہازوں کے مسافر اسے دور سے دیکھ سکتے ہیں۔ مصر کو جانے والے اور آنے والے اور دیگر مسافر اسے ریل میں دیکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ بلند چوٹی پر سمندر کے قریب واقع ہے۔ ریلوے لائن اور موٹروں کی سڑک اس کے نیچے سے گذرتی ہے۔ چاروں طرف کئی میل کے فاصلہ سے نظر آتی ہے۔ عیسائیوں اور یہودیوں کی نظر میں تو اس مسجد کا وجود حیرت زا ہے۔ کئی لوگ دیکھنے کے لئے آتے ہیں راہبوں کا ایک گروہ جو چالیس اشخاص پر مشتمل تھا۔ احباب جماعت نے ان کے سامنے عیسائیت کے خلاف لٹریچر پیش کیا جس پر ان کو بہت تعجب ہوا۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے۔ کہ وہ جماعت کے لئے اس مسجد کو نہایت مفید اور دینی برکات کا موجب بنا دے؛ آمین

پانی کی دقت

مسجد ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ اور پہاڑ کے اوپر کوئی چشمہ نہیں۔ پانی نیچے وادی سے لانا پڑتا ہے۔ جو مشقت طلب کام ہے۔ اس لئے وضو کے لئے برساتی پانی جمع کرنے کا انتظام کیا گیا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ مسجد کے صحن میں دو زمین دوز کنوئیں بنائے گئے ہیں۔ جو سیمنٹ سے مضبوط کئے گئے ہیں۔ مسجد کی چھت کا پانی بذریعہ نل ان کنوؤں میں آجاتا ہے۔ اور گرمی و سردی میں وضو کے کام آتا ہے۔ ان دونوں کنوؤں میں سے ایک کے تمام اخراجات گاؤں کے سب سے معمر احمدی الحاج عبد القادر نے ادا کئے۔ جو کہ ۱۲ پاؤنڈ تھے اس احمدی دوست کی عمر سو سال سے زیادہ ہے۔ جزاہ اللہ خیراً

احمدیہ مہمانخانہ

مسجد سے ملحق ایک کمرہ بھی بنایا گیا ہے۔ جس پر ۳۰ پاؤنڈ خرچ ہوئے ہیں۔ یہ کمرہ بطور احمدیہ مہمانخانہ استعمال ہوگا۔ جس میں احمدیہ لائبریری بھی ہوگی۔ اس گاؤں میں مبلغ کی رہائش کے لئے یہ کمرہ مستقل مکان ہوگا۔ پہلے یہ طریق تھا۔ کہ کسی دوست کا کمرہ جماعت کے اجتماع وغیرہ کے لئے کام میں آتا تھا۔ اور مبلغ بھی ایک آدھ دن وہاں ہی گذارہ کر لیتا۔ لیکن اب یہ نیا محل اس غرض کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ اور جماعت کے عام اجتماعات مسجد میں ہوتے ہیں۔ اسی بناء پر اس کمرہ کے اخراجات مبلغ اپنے حساب میں سے باقساط ادا کر رہا ہے انشاء اللہ تعالیٰ یہ کمرہ مستقل مرکز کی بنیاد کے طور پر ہے۔ وباللہ التوفیق

دو کتبے

مسجد میں دو سنگ مرمر کے پتھر بطور تاریخ نصب کئے گئے ہیں۔ شمالی بڑے دروازہ کے اوپر (کیونکہ اس جگہ سے قبلہ جانب جنوب ہے۔) ایک بڑا کتبہ ہے۔ جو کہ مکرم مولوی جلال الدین صاحب شمس اپنے ہاتھ سے جاتے وقت لکھ گئے تھے۔ اور اس میں سنگ بنیاد کی تاریخ مفصل عبارت میں مرقوم ہے۔ دوسرا چھوٹا سا پتھر مسجد کے اندر محراب کے اوپر تاریخ تکمیل کے طور پر لگایا گیا ہے۔ چونکہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی منظوری سے اس مسجد کا نام "جامع محمود" رکھا گیا ہے۔ اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نے حضور کے متعلق تحریر فرمایا ہے:۔

"خدا نے مجھے بشارت دے کر فرمایا۔ کہ اس کے عوض میں جلد ایک اور لڑکا پیدا ہو گا۔ جس کا نام محمود ہو گا۔ اور اس کا نام ایک دیوار پر لکھا ہوا مجھے دکھایا گیا۔" (حقیقۃ الوحی ص۲۱۳)

اس لئے تاریخ تکمیل کے کتبہ پر مختصراً مندرجہ ذیل عبارت چار سطروں میں کندہ کرائی گئی:۔

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

جامع سیدنا محمود

شعبان ۱۳۵۲

ابو العطاء الجالندھری

مسجد کی وسعت اور اندازہ اخراجات

اس مسجد کی اندرونی وسعت کا طول گیارہ میٹر اور عرض نو میٹر ہے۔ سیمنٹ اور لوہے کی چھت کے نیچے چار ستون ہیں۔ مسجد کی زمین اس گاؤں کے سب احمدیوں نے اپنی مشترکہ اراضی میں سے جماعت احمدیہ کے لئے مفت پیش کی۔ باقی اخراجات چندہ سے پورے کئے گئے۔ مسجد کی عمارت کنوئیں اور کمرہ کے اخراجات مع قیمت زمین کا اندازہ چھ سو پچاس پونڈ ہے۔ یعنی پونے ۹ ہزار روپیہ

افتتاحی جلسہ

اس مبارک مسجد کا افتتاحی جلسہ ۲۷ دسمبر ۱۹۳۳ء مطابق ۹ شعبان ۱۳۵۲ کو ہوا۔ جس میں ۱۶ احمدیوں نے لیکچر دیئے۔ جن میں سے الشیخ علی القزق۔ الشیخ احمد المصری۔ الشیخ سلیم الربانی۔ الشیخ عبد الرحمٰن البرجاوی۔ الشیخ صالح العودی۔ الشیخ احمد الکبابیری۔ اور السید خضر افندی القزق خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اخیر پر خاکسار نے ایک مفصل لیکچر دیا۔ جس میں مساجد کی اغراض اور جماعت احمدیہ کی ذمہ واریوں کی طرف توجہ دلائی۔ اور بعد ازاں ایک لمبی دعا کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔ الحمد للہ اولاً و آخراً

احباب سے التماس ہے۔ کہ مولیٰ کریم سے دعا فرمائیں۔ کہ جلد سے جلد جماعت احمدیہ کو ان ممالک میں اور مساجد کے قیام کی بھی توفیق بخشے۔ اور جماعت کو تقویت عطا کرے۔ آمین

(خاکسار ابو العطاء اللہ دتا جالندھری۔ حیفا۔ فلسطین)

سکھوں کے واسطے گورمکھی ٹریکٹ

ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب بی۔ اے نے گرنتھ صاحب اور جنم ساکھی کے حوالجات سے ثابت کیا ہے۔ کہ آنے والا گورو پرگنہ بٹالہ میں مبعوث ہو گا۔ اور وہ قوم مغل سے بحیثیت مسلمان ظہور پذیر ہو گا۔ قیمت فی ٹریکٹ ۔/ فی صد دو روپیہ معہ محصول ڈاک

چند ٹریکٹ مطلوب ہوں۔ تو ٹکٹ بھیج کر ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب بی۔ اے قادیان سے منگا لیں۔

اسلامی تعلیم اور احمدیہ لٹریچر سے اخبار "مدینہ" کی ناواقفیت

بعض اعتراضات کے جواب

۱۵ جنوری کا زلزلہ اور اخبار مدینہ

بجنور کے اخبار مدینہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے ایک تازہ اور زبردست نشان یعنی زلزلہ ۱۵ جنوری ۱۹۳۴ء کے متعلق جو اعتراضات کئے تھے۔ ان کے جوابات ایک گذشتہ اشاعت میں دیئے جا چکے ہیں۔ لیکن ۱۲ فروری کے پرچہ میں پھر اس نے اس عظیم الشان نشان پر لا یعنی اعتراضات کے ذریعہ پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ اور گاندھی جی ایسے دشمن اسلام کے اس چیلے نے عالمانہ شان اختیار کرتے ہوئے بزعم خویش "زلزلے کا مذہبی فلسفہ" بیان کیا ہے:۔

اخبار مدینہ کی بے ہودہ سرائی

چنانچہ عہد حاضرہ کا یہ سب سے بڑا فلسفی زلزلہ کا عجیب و غریب مذہبی فلسفہ بیان کرتا ہوا لکھتا ہے:۔

"بہار کے قیامت خیز زلزلے سے ہندوستانی کی صرف دو جماعتوں نے اپنے مقاصد کی تکمیل کی ناجائز کوشش کی ہے اول قادیانی جماعت خواہ وہ قادیان سے تعلق رکھتی ہو۔ یا لاہور سے۔ اور دوم انگریزی حکومت کے ارباب اختیار۔ قادیانی جماعت کی ریاکار اور مقدس ڈاڑھیوں میں تو زلزلے کی خبر سنتے ہی ایک مکروہ مگر مسرت آمیز حرکت پیدا ہو گئی۔ اور اس نے پوسٹروں اخباروں اور ٹریکٹوں کے ذریعہ سے اعلان کرنا۔ اور اپنی احمقانہ اور سنگدلانہ منطق سے شور مچانا شروع کر دیا۔ کہ بہار کا زلزلہ مرزا غلام احمد متنبی قادیان کی پیشگوئیوں کے مطابق آیا ہے۔ ان میں سے جو زیادہ احمق تھے۔ انہوں نے اس عذاب الٰہی کو "نزول رسول" کا نتیجہ قرار دیا۔ حالانکہ تعلیمات قرآنی کے رو سے ہر عذاب الٰہی نزول رسول کو مستلزم نہیں ہے۔ بلکہ اعمال انسانی اور خشیت الٰہی کو بھی اس میں بہت بڑا دخل ہے۔ چنانچہ حضرت رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد دنیا "نزول رسول" کے باعث عذابوں میں مبتلا ہونے سے نجات پا گئی"

پریشانیٔ دماغ

یہ ہے "زلزلہ کا مذہبی فلسفہ" جو مدینہ نے پیش کیا ہے۔ اور جسے سرسری نظر سے دیکھنے والا بھی پریشانیٔ دماغ اور انتشار خیالات کا نتیجہ قرار دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس تحریر میں ربط اور ترتیب کا یہ عالم ہے۔ کہ شروع میں جو تمہید اٹھائی گئی۔ اگلی سطور میں اسے یکسر فراموش کر دیا گیا۔ چنانچہ سارے مضمون میں اس کا کوئی ذکر نہیں کہ "انگریزی حکومت کے ارباب اختیار" نے "بہار کے قیامت خیز زلزلے سے" "اپنے مقاصد کی تکمیل کی ناجائز کوشش" کس طرح کی ہے

زلزلہ کی پیشگوئی اور مصیبت زدگان سے ہمدردی

جماعت احمدیہ کے مخالف عوام کو دھوکہ دینے اور مغالطہ میں ڈالنے کیلئے یہ الزام لگا رہے ہیں۔ کہ زلزلہ کی تباہ کاریاں جماعت احمدیہ کے لئے مسرت کا موجب ہوئی ہیں۔ "مدینہ" نے بھی سطور بالا میں اسی خیال کا اظہار کیا ہے۔ حالانکہ یہ قطعاً صحیح نہیں۔ جہاں تک ہماری مسرت یا خوشی کا تعلق ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک پیشگوئی کے پورا ہونے سے ہمارے ایمانوں میں ازدیاد کے متعلق ہے۔ ورنہ مصیبت اور تباہی اپنی ذات میں ہمارے لئے خوشی کا موجب نہیں۔ اور مصیبت زدگان کے لئے ہمارے قلوب میں بھی پوری ہمدردی ہے۔ اور ہم انکی مصیبت اور تکلیف کو کم کرنے کے لئے حتیٰ المقدور کوشش اور سعی کر رہے ہیں۔ پس ہمارا یہ کہنا۔ کہ ۱۵ جنوری کا زلزلہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کے مطابق آیا۔ امر واقعہ کا اظہار ہے جس سے مقصود مخلوق خدا کی ہمدردی اور اسے آئندہ کے لئے اللہ تعالےٰ کے قہری نشانات کا مورد بننے سے بچانا ہے

جہالت کا مظاہرہ

کوئی منصف مزاج اور عقل سلیم رکھنے والا انسان اس امر سے انکار نہیں کر سکتا۔ کہ کسی مامور کی پیشگوئی کے پورا ہونے پر اس کے ماننے والوں کا فرض ہے۔ کہ وہ اسے پوری وضاحت کیساتھ دنیا کے سامنے پیش کریں۔ اس پر کسی کا معترض ہونا قطعاً درست نہیں۔ ہاں اس کے مقابلہ میں ہر منکر کا حق ہے۔ کہ پیشگوئی کے نادرست ہونے کے متعلق اگر کچھ کہنا چاہے۔ تو کہے۔ لیکن "مدینہ" اور دوسرے معترضین کے لئے چونکہ اس پہلو سے اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں۔ کیونکہ پیشگوئی نہایت صاف طور پر پوری ہو چکی ہے اس لئے لا یعنی اور بے ہودہ اعتراضات کر کے اس عظیم الشان نشان

کو مشتبہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مگر دراصل وہ اسلام سے جہالت اور ناواقفیت کا مظاہرہ کرنے میں معروف ہیں۔

"مدینہ" سے مطالبہ

چنانچہ مدینہ نے لکھا ہے۔ "تعلیمات قرآنی کی رو سے ہر عذاب الٰہی نزول رسول کو مستلزم نہیں ہے"۔ اور کہ "حضرت رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد دنیا "نزول رسول" کے باعث عذابوں میں مبتلا ہو جانے سے نجات پاگئی"۔ لیکن یہ نہیں بتایا۔ کہ اس دعوے کی بنا کس پر ہے۔ اور یہ بات قرآن کریم کی کس آیت سے مستنبط ہے۔ مدینہ کو یاد رکھنا چاہیئے۔ اس کے اس قسم کے لایعنی دعوے سے قرآن کریم کی آیات منسوخ نہیں ہو سکتیں۔ اور نہ کوئی مسلمان کہلانے والا انہیں نظر انداز کر سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں شدید عذاب کے متعلق ایک اصل بیان فرمایا ہے۔ جو یہ ہے۔ کہ وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولاً۔ یعنے ہم اس وقت تک لوگوں کو شدید عذاب میں مبتلا نہیں کرتے۔ جب تک رسول مبعوث نہ کرلیں۔ اور ظاہر ہے۔ کہ اس میں کسی زمانہ اور کسی قوم کا استثناء نہیں۔ مگر حیرت ہے۔ کہ اس کے بالکل خلاف اخبار "مدینہ" آج ہمیں یہ بتا رہا ہے۔ کہ "ہر عذاب الٰہی نزول رسول کو مستلزم نہیں ہے"۔ اور مزید ستم ظریفی یہ کہ اس دعویٰ کی بنیاد "تعلیمات قرآنی" پر قرار دے رہا ہے۔ ہم نے اپنے دعویٰ کی تائید میں نص صریح پیش کر دی ہے۔ کیا "مدینہ" بتا سکتا ہے۔ کہ اس نے قرآن کریم کی کونسی آیت سے یہ بات اخذ کی ہے۔ کہ "ہر عذاب الٰہی نزول رسول کو مستلزم نہیں" اور کہ "حضرت رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد دنیا نزول رسول کے باعث عذابوں میں مبتلا ہونے سے نجات پاگئی"

مدینہ کا ایک اور اعتراض

"زلزلہ کا مذہبی فلسفہ" بیان فرماتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ "اگر حقیقت کے اعتبار سے دیکھا جائے۔ تو اس زلزلہ کو قادیانی دعاوی کا ایک تردیدی نشان سمجھنا چاہیئے۔ جس کے تہلکہ انگیز جھٹکوں سے قادیانی و لاہوری علم کلام اور دعاوی کا بوسیدہ مکان زمین بوس ہو گیا۔ مثلاً سب سے پہلا دعویٰ یہ ہے کہ یہ مرزا غلام احمد صاحب کے انکار کے خلاف انتباہی نشان ہے۔ اس کے متعلق معاصر اتحاد پٹنہ کا بیان ہے۔ کہ زلزلے میں سب سے زیادہ تباہی مونگھیر پر وارد ہوئی ہے۔ اور بہار میں سب سے زیادہ قادیانی جماعت یہیں رہتی ہے۔ اور تمام بہار میں سب سے زیادہ قادیانیوں کو یہاں مالی نقصان پہنچا ہے۔ اس واقعہ پر قادیانیوں کے دعوے کے برعکس یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ زلزلہ قادیانی خرافات کو تسلیم کرنے کی پاداش میں آیا ہے"۔

بناء فاسد علی الفاسد

مدینہ نے جو اصل پیش کیا ہے۔ اول تو وہ ہی غلط ہے۔ کیونکہ اس زلزلہ میں جانی اور مالی لحاظ سے احمدیوں کے مقابلہ میں دوسرے لوگوں کو اس قدر نقصان اٹھانا پڑا۔ جس سے احمدیوں کے نقصان کو کوئی نسبت ہی نہیں۔ حالانکہ اگر مدینہ کا دعویٰ درست قرار دیا جائے۔ تو چاہیئے تھا۔ کہ دوسروں کے مقابلہ میں احمدیوں کا نقصان زیادہ ہوتا۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ اور خدا تعالیٰ نے اس تباہی و بربادی کے اس سیلاب سے ان کو معجزانہ طور پر محفوظ رکھا۔ علاوہ ازیں "مدینہ" نے جس بنا پر "زلزلے کو قادیانی دعاوی کا تردیدی نشان" قرار دیا ہے۔ وہ بھی قطعاً غلط ہے۔ ہمعاصر "اتحاد پٹنہ" کا وہ بیان جو مدینہ کے لئے وحی آسمانی کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہماری نظر سے نہیں گذرا۔ ہاں اس کے یہ الفاظ ہمارے پیش نظر ہیں۔ کہ "زلزلہ زدہ علاقوں میں موتی ہاری کو سب سے زیادہ نقصان پہنچا ہے۔ اور اس شہر میں زلزلہ کی نوعیت سب سے زیادہ خوفناک تھی"۔ (اتحاد ۱۰ فروری صٓ)

یہ الفاظ اس "بسیط بیان" کا ملخص ہیں۔ جو حکومت کی طرف سے زلزلہ کے متعلق صوبہ کی کونسل پیش کیا گیا۔ اور ظاہر ہے۔ کہ نامہ نگاروں کی ذاتی تحقیقاتوں کی حیثیت سرکاری بیانات کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ کیونکہ حالات کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے جو سہولتیں اور آسانیاں حکومت کو حاصل ہیں۔ وہ افراد کو میسر نہیں آسکتیں۔ پس جب یہ ثابت ہو گیا۔ کہ سب سے زیادہ تباہی مونگھیر میں نہیں بلکہ موتی ہاری میں ہوئی۔ تو ساتھ ہی مدینہ کا "علم کلام اور دعاوی کا بوسیدہ مکان زمین بوس ہو گیا"۔ اور اس مفروضہ پر اس نے جو عمارت تیار کی تھی۔ وہ پیوند خاک ہو گئی

مونگھیر پر زیادہ تباہی آنے کی وجہ

پھر اگر مدینہ کا یہ دعویٰ درست مان لیا جائے۔ کہ "زلزلے میں سب سے زیادہ تباہی مونگھیر پر وارد ہوئی ہے"۔ تو اس کا باعث بھی سن لے۔ جو ہم اپنے الفاظ سے نہیں۔ بلکہ ایک غیر احمدی کی طرف سے پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ ۱۵ جنوری کے زلزلہ کے متعلق دہلی کے ایک شخص نے ہمیں ایک خط لکھا۔ جو ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے کہ "میں آپ کی جماعت سے تعلق نہیں رکھتا ہوں۔ اور نہ ہی احمدی ہوں"۔ اس کے بعد وہ زلزلہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"حال کے زلزلہ میں جس قدر نقصان شدید اور اتلاف جان و مال مونگھیر جو صوبہ بہار میں واقع ہے۔ میں ہوا ہے۔ شائد ہی کہیں ہوا ہو۔ اور علماء مونگھیر نے مرزا صاحب کی جیسی شدید مخالفت کی ہے بہت کم ایسی کسی اور جگہ سے ہوئی ہو گی۔ بہت سی تصنیفات مرزا صاحب کی تردید میں وہاں سے شائع ہوئی ہیں"

یہ اصل خط ہمارے پاس موجود ہے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ شریف اور انصاف پسند غیر احمدیوں کے نزدیک بھی مونگھیر پر تباہی آنے کی وجہ وہ نہیں جو "مدینہ" نے پیش کی ہے۔

جماعت احمدیہ پر بے بنیاد الزام

"مدینہ" نے حسب عادت اس مضمون میں جماعت احمدیہ پر بے بنیاد الزام لگانے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ چنانچہ لکھا ہے۔

"قادیانی علم کلام کا سب سے زیادہ مایۂ ناز حصہ خوارق عادات کی تاویل و انکار پر مبنی ہے۔ اور قرآن مجید میں انبیاء سابقہ کے متعلق جس قدر ایسے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔ جن کو خرق عادت یا اعجاز سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ قادیانی ان کی تاویل یا انکار کر دیتے ہیں۔ اور اس کو اسلام کی سب سے بڑی خدمت سمجھتے ہیں۔ مثلاً عصائے موسوی کی ضرب سے سمندر کی موجوں کا پھٹ جانا اور پانی میں خشکی کے رستے بن جانا ان کے فیلسوف دماغوں میں نہیں سما سکتا۔ اور وہ اس کی تاویل کر کے کہہ دیتے ہیں۔ کہ ضرب سے مراد لے جانا ہے"۔ (مدینہ ۲۱ فروری)

اور پھر ۱۵ جنوری کے زلزلے کے وقت دریائے گنگا کے خشک ہو جانے کے متعلق ایک عینی شاہد کا بیان نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔ کہ "کیا ۱۵ جنوری کے زلزلے سے دریاؤں کا پھٹنا اور خشک راستوں کا بننا اسی قانون قدرت کے ماتحت وقوع میں نہیں آیا۔ اور کیا قادیانی علم کلام کا شجرہ خبیثہ جڑوں سے اکھاڑ کر نہیں پھینک دیا گیا"

اصل حقیقت

حالانکہ یہ بات ہی سراسر غلط ہے۔ کہ جماعت احمدیہ انبیاء سابقہ کے تمام معجزات کی تاویل اور انکار کرتی ہے۔ اور نہ ہی "ضرب سے مراد لے جانا" لیتی ہے۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے۔ کہ ایک شخص مذہبی عالم کی قبا اوڑھ کر اور دنیا کو مذہبی فلسفہ سکھانے کے ادعا کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے۔ لیکن سراپا خرافات جمع کر کے اخبار کے کالم سیاہ کرتا چلا جاتا ہے۔ کیا مدینہ جماعت احمدیہ کے لٹریچر سے یہ تحریر ثابت کر سکتا ہے۔ کہ ہم انبیاء سابقہ کے معجزات کے منکر ہیں۔ اور کہ حضرت موسیٰؑ کے وقت میں دریائے نیل کا پھٹنا خلاف واقعہ سمجھتے ہیں۔ ہم خدا کے فضل سے تمام انبیاء کے تمام معجزات کو ان کی حقیقی شکل میں مانتے ہیں۔ اور یہ بھی یقین رکھتے ہیں۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت پانی کے پھٹ جانے سے رستہ بن جانے کا معجزہ رونما ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح اول کی شائع شدہ تفسیر قرآن میں سورۃ الشعراء کی آیت فاوحینا الیٰ موسیٰ ان اضرب بعصاک البحر فانفلق فکان کل فرقٍ کالطود العظیم کی یہی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ کہ دریا خشک ہو چکا تھا۔ اور ترجمۃ القرآن میں اس آیت کے یہ معنی لکھے ہیں۔ "پس وحی کی ہم نے موسیٰ کی طرف یہ کہ مار اپنا عصا دریا پر۔ پھر وہ پھٹ گیا۔ تو ہو گیا۔ ہر ٹکڑا مانند پہاڑ بڑے کے" جماعت احمدیہ کے اس عقیدہ کے باوجود "مدینہ" نے جو اعتراض کیا ہے۔ اسے اگر دھوکہ دہی نہ سمجھا جائے۔ تو احمدیہ لٹریچر اور جماعت احمدیہ کے عقائد سے ناواقفیت ضرور سمجھی جائے گی۔ (باقی)

اخبار اتحاد پٹنہ اور ۱۵ جنوری کا زلزلہ

حسب ذیل چٹھی ایڈیٹر صاحب اخبار اتحاد کو ان کے ایک مضمون کے جواب میں لکھی گئی۔

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب اخبار "اتحاد" پٹنہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کے اخبار "اتحاد" مورخہ ۱۵ فروری ۱۹۳۴ء کے صفحہ ۲ کالم ۳ پر جو نوٹ بعنوان "امت قادیان کا مذبوحی پروپاگنڈا" شائع ہؤا ہے۔ میں نے پڑھا ہے۔ اس کے پڑھنے سے مجھے مندرجہ ذیل سطور بغرض اشاعت ارسال خدمت کرنا ضروری معلوم ہؤا۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ اپنے اخبار میں اسے شائع کرکے مجھے شکرگذاری کا موقعہ دیں گے۔

میں احمدی ہوں۔ اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کا ایک ادنیٰ خادم ہونے کی وجہ سے اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ کہ ۱۵ جنوری کے زلزلہ عظیمہ کے متعلق اپنے صحیح نقطہ خیال سے آپ کو اور آپ کے اخبار کے ذریعہ عام پبلک کو آگاہ کردوں۔ تا وہ غلط فہمی یا جذبہ نفرت جو آپ میں پیدا ہؤا۔ یا آپ کے مضمون سے قارئین کرام کے قلوب میں پیدا ہؤا۔ اس کی تلافی ہو سکے۔ اور خلاف واقعہ بات کی تردید ہو جائے۔

میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ نہ صرف مجھے بلکہ تمام احمدیہ جماعت کو زلزلہ کے مصیبت زدہ لوگوں سے بلا امتیاز مذہب وملت پوری ہمدردی ہے۔ حاشا وکلا کوئی احمدی متنفس اس زلزلہ کی وجہ سے لوگوں کے مرنے یا دیگر مصائب میں مبتلا ہونے سے خوش نہیں ہے۔ بلکہ جہاں تک ممکن ہے ہر احمدی فرداً فرداً اور جماعت احمدیہ من حیث المجموع ان سے ہمدردی رکھتی ہے۔ اور اس کا عملی ثبوت پیش کر رہی ہے۔ چنانچہ حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی نے ۲ فروری کے خطبہ جمعہ میں جو اخبار الفضل مورخہ ۸ فروری میں شائع ہو چکا ہے۔ تمام احمدی جماعت کو مصیبت زدگان علاقہ بہار کی ہمدردی و اعانت کی تحریک فرمائی ہے۔ جس کے چند فقرات درج ذیل ہیں۔

"یہ جو زلزلہ کا عذاب آیا ہے۔ یہ بھی اسی قسم کا ہے جس میں ہمدردی کرنا اشد ضروری ہے۔ اس میں لاکھوں ایسے انسان بھی تباہ ہو گئے ہیں۔ کہ ان کی تباہیاں کسی مامور کے انکار کے باعث نہیں کہلا سکتیں۔ ممکن ہے ان میں سے بعض نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام بھی نہ سنا ہو۔ یا اگر سنا ہو تو ایسی طرح کہ پوری واقفیت نہ حاصل کر سکے ہوں۔ ان پر اگر عذاب آیا تو محض عام عذاب ہونے کی وجہ سے جو دنیا کی عام بدکاریوں اور شرارتوں کی وجہ سے آیا۔ اور ایسے لوگوں کے ساتھ ہمدردی کرنا ضروری ہے۔ . . . . . یہ ایسا عذاب ہے۔ کہ اس میں رافت اور ہمدردی ضروری ہے۔ اور مصیبت زدگان کے ساتھ سب سے زیادہ ہمدردی کرنا ہمارا فرض ہے۔ . . . ہمیں اپنے عمل سے ثابت کر دینا چاہئیے کہ ہمیں ہمدردی سب سے زیادہ ہے۔ میں نے چندہ کی اپیل کی ہے۔ اس پر جو لوگ بشاشت سے لبیک نہ کہہ سکیں۔ وہ اپنے نفسوں پر بوجھ ڈال کر بھی چندہ دیں۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے اس اعلان سے آپ پر واضح ہو گیا ہوگا۔ کہ آپ کا ہم پر یہ اعتراض کرنا۔ کہ احمدی لوگ اس عذاب سے خوشی منا رہے ہیں کہاں تک مبنی بر صداقت ہے۔ غالباً آپ اسے تسلیم کریں گے۔ کہ اظہار حقیقت اور اظہار خوشی میں بہت فرق ہے۔

ہم میں سے اگر کسی احمدی نے اپنے اشتہار میں اس زلزلہ کو حضرت اقدس مرزا صاحب علیہ السلام کی صداقت کا نشان قرار دیا ہے۔ تو اس نقطہ خیال سے نہیں۔ کہ "مسلمان مر گئے تو مرزا صاحب سچے ہو گئے یا ہندو پس گئے تو مرزا صاحب سچے ہو گئے" بلکہ محض اس نقطہ خیال سے کہ آج سے تقریباً تیس برس قبل اس انسان نے جو مدعی مسیحیت ومہدویت تھا۔ اپنی صداقت کے لئے اپنے دوستوں اور دشمنوں کے متعلق جہاں ایسی پیشگوئیاں کیں۔ جو من وعن آپ کی زندگی میں پوری ہو کر یہ ظاہر کر گئیں کہ اس مدعی مسیحیت ومأموریت کو واقعی خدا تعالیٰ کی طرف سے علم غیب دیا گیا تھا۔ اور اپنے دعوےٰ میں سچا ہے۔ ایسا ہی اس مدعی صادق نے اپنے بعد سماوی وارضی واقعات کے متعلق بھی ایسی پیشگوئیاں کیں۔ جو عام بربادی تباہی اور عذاب کے متعلق تھیں۔ اور ان پیشگوئیوں نے بھی اپنے وقت پر حرف بحرف پورا ہو کر ثابت کر دیا۔ کہ وہ مدعی سچا ہے۔ منجملہ ان پیشگوئیوں کے ایک پیشگوئی یہ بھی ہے۔ جو ۱۵ جنوری کے زلزلہ سے پوری ہوئی۔ اور آپ کی صداقت ثابت کرتی ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا ٥ الا من ارتضیٰ من رسول ٥ یعنی علم غیب کا اظہار اسی پر کیا جاتا ہے۔ جو خدا تعالیٰ کا پسندیدہ اور اس کی طرف اصلاح خلق کے لئے رسول بنایا گیا ہو۔

(۳) آپ نے اپنے اخبار کے مذکورہ بالا نوٹ میں بعض جوتشیوں کی پیشگوئی کا مجملاً ذکر کیا ہے۔ اور ہم سے سوال کیا ہے کہ کیا ہم ان جوتشیوں کو بھی ماننے کو تیار ہیں؟ میں اس کے متعلق صرف اتنا عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ اولاً ان کا دعویٰ ہی کیا ہے۔ جسے کوئی مانے اور اگر کسی کو شوق ہو۔ تو مدعی الہام ہونے کا دعویٰ کرکے دیکھ لے۔ اگر وہ صحیح الدماغ ہؤا۔ تو پھر ہم اور آپ بہت جلد دیکھ لینگے۔ کہ اسکا کیا انجام ہوتا ہے دوم آپ کسی جوتشی کی کوئی پیشگوئی ظاہر کریں جسمیں زلزلہ کے متعلق قبل از وقت ایسی تفصیل سے پیشگوئی کی ہو۔ اور وہ عبارت جس میں پیشگوئی ہو۔ من وعن درج کریں۔ تا مخلوق خدا کو ان کی پیشگوئیوں اور حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئیوں میں فرق کرنے کا موقعہ ملے۔ میں یقیناً کہتا ہوں۔ کہ آپ نے اگر ذرا بھی توجہ کی۔ اور ان جوتشیوں کی طرف منسوب کردہ پیشگوئیوں کو دیکھنے کی تکلیف گوارا کی۔ تو آپ حق وباطل میں فرق کر سکیں گے۔

آپ نے مونگھیر کے احمدیوں کے متعلق لکھا ہے "خصوصاً مرزائیوں کا تناسب کے لحاظ سے زیادہ خسارہ ہؤا۔ ان کے محلے برباد ہو گئے"۔ یہ بھی محض غلط ہے۔ کیونکہ احمدیوں کا مونگھیر میں نہ کوئی محلہ ہے اور نہ ان کا زیادہ خسارہ ہؤا۔ بلکہ تناسب کے لحاظ سے احمدی احباب بحمد اللہ اس مصیبت سے محفوظ رہے۔ تناسب کے لحاظ سے نہ ان کا جانی نقصان ہؤا۔ اور نہ مالی۔

وہ اشتہار جس کی بنا پر آپ نے اپنے اخبار میں نوٹ لکھا ہے۔ اس کے کسی لفظ سے بھی خوشی کا اظہار نہیں ہوتا بلکہ شروع سے آخر تک وہ اشتہار جذبات افسوس اور رنج سے بھرا ہؤا ہے۔ ہاں یہ ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ یہ زلزلہ حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود کی صداقت کا نشان ہے۔ اور آپ کی پیشگوئی کے مطابق آیا ہے۔ اس سے آپ انکار کر سکتے ہیں مگر یہ نتیجہ اخذ کرنا۔ کہ احمدی اس زلزلہ سے خوش ہیں۔ بالکل بے جا ہے۔

خاکسار۔ منصور احمد ایم۔ بی۔ ایس۔ مظفرپور۔ بہار

امرتسر میں تبلیغ بذریعہ اشاعت

ایک ٹریکٹ بعنوان "جماعت احمدیہ کی ترقی اور مولوی ثناء اللہ صاحب" شائع کیا گیا۔ اور شہر کے ہر حصے میں مفت تقسیم کیا گیا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کی مسجد میں جمعہ کے روز تقسیم ہؤا۔ پبلک نے اسے بہت پسند کیا۔ اور دلچسپی سے پڑھا گیا۔

ٹریکٹ "آہ نادرشاہ کہاں گیا" بک ڈپو قادیان سے منگوا کر تقسیم کیا۔ اور اعلیٰ طبقہ کے لوگوں میں بذریعہ ڈاک ارسال کیا گیا۔ (نامہ نگار)

غیر مبایعین کی احمدیت کی حقیقت

جب سے غیر مبایعین نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان کو دنیا کے سامنے کم کرکے دکھانے کی کوشش کی۔ تاکہ وہ عوام کی مخالفت سے بچے رہیں۔ انکی حالت بری سے بری ہوتی گئی اور آج یہاں تک پہنچ چکی ہے۔ کہ ان کی نئی پود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام تک لینا مناسب نہیں سمجھتی۔ گویا انہیں احمدیت سے کوئی لگاؤ ہی نہیں۔ ۱۱ر فروری کو سہارنپور میں بعض معززین شہر کو ایک انگریزی لیکچر کے لئے مدعو کیا گیا۔ اور اعلان کیا گیا۔ کہ ووکنگ مسجد کے نائب امام جوبلی گارڈن میں "اسلام مغرب میں" پر تقریر فرمائیں گے ؛

اس خبر کو سنکر خاکسار بھی اپنی جماعت کے چند احباب کے ساتھ لیکچر سننے کے لئے گیا۔ باوجود اس کے کہ لیکچر کا انتظام ایک کھلے میدان میں شہر کے معزز وکلاء کی طرف سے تھا۔ مگر حاضری تیس چالیس افراد تک بمشکل پہنچی۔ لیکچرار صاحب کا نام آفتاب احمد تھا۔ ووکنگ مشن کے متعلق آپ نے اپنے خیالات کا یوں اظہار کرنا شروع کیا۔ کہ خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم نے اس کی بنیاد رکھی۔ اور انہوں نے اعلان کیا۔ کہ ہم کوئی مخصوص فرقہ نہیں ہیں۔ بلکہ جملہ فرقہائے اسلام کی طرف سے اسلام پیش کرتے ہیں۔ اس وجہ سے مولانا ابوالکلام آزاد نے کلکتہ سے چندہ فراہم کرکے اس مشن کی امداد کے لئے بھیجا ؛

اس کے بعد لیکچرار نے اپنے آپ کو احمدیت سے الگ ثابت کرنے کے لئے اس امر پر بہت زور دیا۔ کہ ہم قادیان سے بالکل جدا ہیں۔ اور ۱۹۱۴ء سے لاہور آگئے ہیں۔ ہمارا انقطاع تعلق عام ہے۔ اور ہم تمام مسلمانوں کے ساتھ ہیں۔ ضمناً اس بات کا بھی ذکر کیا۔ کہ جماعت احمدیہ قادیان نے بھی لنڈن اور امریکہ میں اپنے مشن قائم کئے ہیں مسجدیں بھی بنائیں۔ مگر چونکہ یہ لوگ بحیثیت ایک مخصوص فرقہ کے کام کر رہے ہیں۔ اس لئے انہیں کامیابی نہیں ہوئی۔ اور نہ انہوں نے اب تک کسی شخص کو مسلمان بنایا ہے۔ اور ہم نے سینکڑوں کو مسلمان کیا ہے۔ ہم احمدیت کی تبلیغ نہیں کرتے۔ بلکہ اسلام پیش کرتے ہیں۔ اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھاتے ہیں۔

اس قسم کی غلط بیانی کی جانے پر میں نے صدر صاحب سے بذریعہ تحریر اجازت چاہی۔ کہ مجھے ان باتوں کی جو ہماری جماعت کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔ تردید کا موقعہ دیا جائے۔ مگر اجازت نہ ملی۔ اور تقریر ختم ہوتے ہی فوراً چلدیئے۔

چونکہ حاضرین کی اس تھوڑی سی تعداد میں زیادہ حصہ ان پڑھوں کا تھا۔ اور دوران تقریر میں انہوں نے یہ کہا تھا۔ کہ تقریر اردو میں ہونی چاہیئے۔ تاہم بھی سمجھ سکیں۔ اس لئے ایک صاحب نے ان کی تقریر کا خلاصہ اردو میں یہ ظاہر کیا۔ کہ ہم لوگ اسلام کی اشاعت کرتے ہیں۔ قادیان سے الگ ہیں۔ خواجہ صاحب نے اس مشن کو قائم کیا۔ یہ خلاصہ بیان کرنے کے بعد فوراً ہی آفتاب احمد صاحب نے اردو میں پبلک کو مخاطب کرکے کہا "خواجہ صاحب اس جہان سے چونکہ کوچ کر چکے ہیں۔ اس لئے مشن کو سنبھالنا آپ ہی لوگوں کا کام ہے۔ اور مشن کی حالت بہت نازک ہے۔ اندیشہ ہے۔ کہ کام بند نہ ہو جائے۔" خواندہ اصحاب چونکہ جا چکے تھے۔ اس لئے مجبوراً نائب امام صاحب کو انگریزیت کا جبہ اردو میں تبدیل کرنا پڑا۔ اور اس سے ان کے مشن کی کامیابی کا راز بھی کھل گیا۔ اکثر لوگ اس بات پر ہنستے ہوئے چلے گئے۔ کہ اصل بات تو یہ تھی لیکن کچھ نہ ملنے پر بیچارے اپنے میزبان کے ساتھ واپس لوٹے۔ ممکن ہے۔ کہ میزبان صاحب نے اپنے رسوخ سے آنے جانے کا کرایہ دلا دیا ہو لیکن جلسہ کرنے میں تو الٹا انتظام جلسہ کے مصارف کا ہی بار پڑا۔ اس گداگری کے بعد کی بے بسی اور عاجزی کو دیکھ کر خدا تعالے کی قدرت نظر آتی تھی۔ کہ ان لوگوں نے جب خدا تعالے کے برگزیدہ رسول کو چھوڑ کر مال و دولت کا پیچھا کیا۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا تعالے نے ان کو چھوڑ دیا ؛

(خاکسار محمد نذیر مبلغ حال سہارنپور)

ایک غلطی کی اصلاح

اخبار مصباح مجریہ ۱۵ر اکتوبر ۱۹۳۲ء یعنے "نشانات نمبر" کے صفحہ ۷ پر نشان نمبر ۶۳ کے ماتحت ایک ایسی بات لکھی گئی ہے جو میرے نزدیک ایک اہم تاریخی غلطی ہے۔ اور جس کی اصلاح سلسلہ کی تاریخ کو غلطی سے محفوظ رکھنے کے لئے ضروری ہے بندہ نے مصلحتاً اس وقت تک خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔ کیونکہ میرا خیال تھا۔ کہ شائد کوئی سلسلہ کا بزرگ خصوصاً وہ احباب جنہوں نے اپنے ہاتھوں سے اس یادگار کو سپرد خاک کیا تھا اس کی اصلاح فرمائیں گے۔ مگر معلوم ہوتا ہے۔ احباب نے توجہ کے ساتھ نشانات نمبر کو پڑھا نہیں۔ ایڈیٹر صاحب نشان نمبر ۶۳ میں لکھتے ہیں۔ تمثیلی طور پر خدا تعالے کی زیارت ہوئی۔۔۔۔ اللہ تعالے نے سرخی کے قلم کو جھاڑا۔ تو معاً سرخی کے چند قطرے آپ کے کرتے۔ اور حاضر الوقت میاں عبداللہ سنوری کی ٹوپی پر گرے۔ وہ کرتہ اب تک موجود ہے۔ اور سرخی کے نشان ظاہر ہیں" ؛ عرض ہے کہ وہ کرتہ اب موجود نہیں ہے۔ بلکہ میاں عبداللہ صاحب کی وفات پر ان کے ساتھ ہی بہت سے لوگوں کی موجودگی میں دفن کر دیا گیا تھا۔

(خاکسار محمد شاہ نواز خان)

مختلف مقامات پر تبلیغ احمدیت

مین پوری میں تبلیغ

محمد ظہیر الدین صاحب مین پوری سے لکھتے ہیں۔ بابو محبوب خان صاحب کی لڑکی کی شادی کی تقریب پر سید صادق حسین صاحب اٹاوہ سے یہاں آئے۔ اور ۱۱ر فروری کو بابو صاحب کے مکان پر بعض غیر احمدی نوجوانوں سے آپ نے گفتگو کی۔ اس کے بعد سید حامد علی صاحب پیشکار کے سوالات کے جواب مدلل طور پر دیئے۔ سید حامد علی صاحب بار بار مباہلہ کی خواہش کرتے تھے۔ مگر انہیں مباہلہ کی حقیقت سے آگاہ کیا گیا۔ اور بتایا گیا۔ کہ ان باتوں پر اچھی طرح غور کر لیں۔ اس کے بعد اگر مباہلہ کرنا چاہیں۔ تو کر سکتے ہیں۔ ۱۲ر فروری کو پھر آپ نے بعض غیر احمدی نوجوانوں کے سوالات کے جواب دیئے ؛

جسوکی میں تقریر

حکیم احمد الدین صاحب جسوکی سے لکھتے ہیں۔ کہ ۱۰ر فروری کو یہاں ایک غیر احمدی مولوی نے ہمارے خلاف سخت بدزبانی کی۔ ۱۱ر کو چودھری امام دین صاحب امیر جماعت نے اس کے جواب میں زبردست تقریر کی۔ اور مخالف کو مقابلہ کے لئے بلایا۔ مگر اسے جرأت نہ ہوئی

امین آباد میں جلسہ

ملک مبارک احمد خان صاحب امین آباد سے لکھتے ہیں۔ کہ ۱۲ر فروری یہاں جلسہ ہوا۔ مولوی دل محمد صاحب مبلغ بھی شریک ہوئے صداقت اسلام۔ صداقت حضرت مسیح موعود۔ ختم نبوت کی حقیقت وغیرہ مسائل پر تقریریں ہوئیں۔ غیر احمدیوں نے جلسہ میں بہت شور برپا کیا۔ مگر جلسہ کامیابی سے ہوا۔ اس جلسہ سے عام مخالفت شروع ہوگئی۔ اور انفرادی تبلیغ کے لئے بہت اچھا موقعہ پیدا ہو گیا

سردار نگر میں تبلیغ

ملک صاحب موصوف لکھتے ہیں۔ کہ سردار نگر متصل مراد آباد میں مخالفت بہت زوروں پر تھی۔ ایک احمدی دوست کاروبار کے سلسلہ میں وہاں جاتے۔ اور ضمناً تبلیغ بھی کرتے۔ مخالفین نے انہیں سخت زدوکوب کیا۔ مقدمہ عدالت میں گیا۔ اور ملزم سزایاب ہو گئے۔ چند روز ہوئے میں ایک کام سے مراد آباد گیا۔ تو دوست مجھے سردار نگر لے گئے۔ جہاں ہم تین روز ٹھہرے۔ اور خوب تبلیغ کی۔ دو پبلک جلسے منعقد ہوئے۔ ایک غیر احمدی نے ساٹھ کس اہل دہ کو دعوت طعام دیکر تبلیغ کے لئے اچھا موقعہ پیدا کیا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مقامی ملا صاحب کے علاوہ تین دیگر اشخاص داخل سلسلہ ہوئے۔ اور بیعت کا خط لکھدیا۔ اللہ تعالے استقامت بخشے۔

برہمن بڑیہ میں تبلیغی جلسہ

عبدالحکیم صاحب لکھتے ہیں۔ کہ میں نے جگت بازار میں ایک تبلیغی جلسہ منعقد کیا۔ مولوی اوصاف علی صاحب وکیل صدر تھے۔ مختلف تقریریں ہوئیں۔ سامعین میں ہندو بھی تھے۔ تقریر کے بعد بعض لوگوں کے سوالات کے جواب دیئے گئے ؛

زلزلہ زدہ مسلمانوں کی امداد کیلئے اپیل

بہار کے ہیبتناک زلزلہ کے حالات تو آپ کو اخبارات سے پورے طور پر معلوم ہو گئے ہوں گے۔ یہ حادثہ کوئی معمولی حادثہ نہ تھا۔ دنیا کے سخت ترین ہولناک واقعات میں سے ایک نہایت ہی ہولناک واقعہ تھا۔ آپ کو معلوم ہے کہ مسلمانوں کی آبادی بہار میں صرف ۱۴ فیصدی ہے اور ان میں دولت بھی نہیں ہے۔ حکومت اور دیگر باوقعت جماعتیں بہت کچھ کر رہی ہیں اور کریں گی۔ مگر مسلمانوں میں متوسط الحال شرفاء کا طبقہ ایک ایسا طبقہ ہے۔ جو نہ تو ہاتھ پھیلانا چاہتا ہے اور نہ ہاتھ پھیلا سکتا ہے۔ اور اس کی امداد کی اشد ضرورت ہے جمعیت خلافت کے سامنے مسلمانوں کا اتحاد و تنظیم، اور مسئلہ فلسطین در پیش تھا۔ جس کے لئے میں دورہ کرنے والا تھا۔ کہ یک بیک بہار کا حادثہ پیش آگیا۔ جمعیت خلافت کلکتہ جو بہار سے قریب تر تھی۔ اس نے تمام احباب کی درخواست اور مشورہ پر اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ میں پٹنہ میں ایک روز ٹھیرا۔ اور آنریبل مسٹر عبدالعزیز کے ہاں جو اسوقت نہایت خوش قسمتی سے حکومت میں ایک وزیر ہیں۔ اور جن سے میری بہت پرانی ملاقات تھی۔ اس سلسلہ میں نہایت قابلیت وہمت صبر۔ اور تدبر سے کام لے رہے ہیں۔ بیرسٹری کے کام کو چھوڑ کر انہوں نے صرف مسلمانوں کی بہبودی کے لئے یہ عہدہ قبول کیا ہے اور ہندو۔ مسلمان، انگریز سب کا آپ پر اعتماد ہے۔ ایک دن ٹھیر کر میں نے ان سے اس حادثہ کے متعلق حالات حاصل کئے۔ اپنے پرانے دوست اور بھائی بابو راجندر پرشاد سے جن کے ساتھ ہم نے کانگریس میں بہت کچھ کام کیا تھا۔ ان سے بھی ملا۔ اور سب حالات دریافت کئے۔ پٹنہ میں خلافت کے نئے اور پرانے کارکنوں سے جو گفتگو ہوئی۔ اس کا لب لباب یہ تھا۔ کہ بہار کے لوگوں کو کل ہندوستان کے بھائی بہنوں سے حتی المقدور چار پانچ مہینہ تک امداد کی ضرورت رہے گی۔ اور ہر شخص کو روپیہ، آٹھ آنہ، چار آنہ، حقیر سے حقیر رقم جو کچھ ہو سکے فوراً اس امداد میں دینا چاہیئے۔ اور امداد کو جاری رکھنا چاہئے خیرات، صدقات، فاتحہ، نیاز، جس کا بہترین مصرف چند ماہ کے لئے یہی ہے۔

کلکتہ آکر تمام محلوں کے سرداروں اور کام کرنے والوں سے مشورہ کیا گیا۔ اور خدا کے فضل سے "کلکتہ خلافت کمیٹی" جس نے اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ اب ایسی منظم ہو گئی ہے۔ کہ وہ تمام ہندوستان کے حامیان خلافت اور صاحب دل مسلمانوں کی نیابت کا کام انجام دے۔ مسٹر شہید سہروردی بیرسٹر ایٹ لاء سب کام کی نگرانی خود فرمائیں گے۔ اور انشاء اللہ جہاں تک امکانی کوشش ہو سکے گی۔ حقیر سے حقیر رقم بھی ضائع نہ کی جائے گی۔ مسٹر عبدالجلیل خان۔ بی۔ اے علیگ سکرٹری کلکتہ خلافت کمیٹی کو سب کے مشورہ سے اس کام کا انچارج کر کے بہار بھیج دیا گیا ہے۔ جن کا ہیڈ کوارٹر لہریا سرائے دربھنگہ ہوگا۔ اور وہ وہاں کے سارے تباہ شدہ علاقہ کے کام کی دیکھ بھال کر سکیں گے۔ تمام صوبجاتی خلافت کمیٹیوں اور دیگر حضرات سے درخواست ہے۔ کہ جمع شدہ رقومات یا علیحدہ علیحدہ بھیجی جانے والی رقومات جلد سے جلد ہاشم عبدالرحمٰن صاحب جو میمن جماعت سے تعلقات رکھتے ہیں۔ نہایت ہی پرانے خلافت کے کام کرنے والے ہیں۔ وہ تمام رقومات اور حساب کے ذمہ دار ہیں۔ تمام منی آرڈر، رقومات، رجسٹرڈ، بیمہ انہیں کے نام نمبر ۸ زکریا اسٹریٹ کے پتہ پر بھیجنا چاہیئے۔ مسٹر شہید سہروردی اور انتظامیہ کمیٹی سب کاموں کی نگرانی کرے گی۔ کلکتہ شہر کے محلہ وار انتظامات کے لئے ایک ذمہ دار شخص مقرر کیا جا رہا ہے جو کام خلافت کمیٹی نے اپنے ہاتھ میں لیا ہے وہ زیادہ تر گاؤں اور قصبوں میں رہنے والوں کی امداد ہے۔ جو اکثر ایسے موقع پر کس مپرسی کی حالت میں رہ جاتے ہیں۔ حسب ذیل کام ہاتھ میں لئے گئے ہیں۔

اول۔ حسب ضرورت جھونپڑوں کا بنوانا۔ تاکہ عورتیں اور بچے اطمینان کے ساتھ چند ماہ اس میں گذار سکیں۔

دوم:۔ مسجدوں کا ملبہ صاف کرا کر ان کو نماز کے قابل بنانا

سوم:۔ ان کنوؤں کو جن میں نیچے سے ریت نکل آیا ہے صاف کرانا۔ تاکہ مخلوق خدا کو پانی پینے کی دشواری نہ ہو۔

چہارم:۔ حسب ضرورت "ٹیوب ویل" کا انتظام کرنا۔ تاکہ پانی کے لئے دقت نہ ہو۔

پنجم:۔ ہندوستان بھر کے اسلامی یتیم خانوں سے خط و کتابت کر کے جو مسلمان لاوارث بچے ہوں۔ ان کو بھجوا کر پرورش کا انتظام کرنا۔

میری درخواست ہے۔ کہ تمام خلافت کمیٹیاں اور ہمارے باہمت مسلمان فوراً روپیہ کے جمع کرنے کا کام شروع کر دیں۔ والنٹیر اور دیگر ذمہ دار لوگ محلہ محلہ اور گھر گھر جا کر اس کار خیر میں حصہ لیں۔ اور روز کے روز جمع شدہ رقومات بذریعہ منی آرڈر ہاشم عبدالرحمٰن صاحب کے نام کلکتہ بھیجی جاویں۔ جو لوگ بالا بالا اپنی رقم علیحدہ بھیجنی چاہیں۔ وہ خوشی کے ساتھ علیحدہ بھیجیں۔ تمام روپیہ ہاشم عبدالرحمٰن صاحب کے نام کلکتہ بھیجا جاوے۔ اور کپڑے وغیرہ کے بنڈل عبدالجلیل خان صاحب سکرٹری خلافت کمیٹی لہریا سرائے دربھنگہ کے نام بھیجے جائیں۔

اس کے بعد میری مسلمان بھائی بہنوں سے مکرر درخواست ہے کہ وہ فوراً اس کام کو شروع کر دیں۔ اور بھائی چارہ کا ثبوت دے کر ثواب دارین حاصل کریں۔

میں نے تقریباً آٹھ دس روز ٹھیر کر تمام انتظامات مکمل کر دئے ہیں۔ میری تمنا ہے کہ ہر گوشۂ ملک سے امداد کی چھوٹی اور بڑی نہریں بہ جائیں۔ جو ان بہاری مسلمان بھائی اور بہنوں کے رنج و غم اور تکالیف کا کچھ حصہ دور سکیں۔ خدا جزائے خیر دے گا۔

من نمی گویم زیان کن یا بہ فکر سود باش
اے ز فرصت بے خبر در ہر چہ باشی زود باش

آپ کا بھائی:۔ شوکت علی (خادم کعبہ) سکرٹری سنٹرل خلافت کمیٹی بمبئی

مظلومین کشمیر کے لئے چندہ دینے والوں کا شکریہ

کشمیر کے مظلوموں۔ بیواؤں اور یتیموں کی امداد کے لئے قاضی منظور احمد صاحب کپور تھلوی کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے بریلی سے چالیس روپیہ کی رقم ذیل کے احباب سے وصول کر کے ارسال کی ہے۔ معطی صاحبان کا دلی شکریہ ادا کرتے ہوئے دعا ہے۔ کہ اللہ تعالٰے ان کو جزائے خیر دے۔

جناب مولوی محمد ادریس خان صاحب ۰ — ۰ — ۱۰
جناب مولوی عبدالغفار صاحب صابی۔ اے ایل ایل بی ۰ — ۰ — ۱۰
جناب مولوی رحمت اللہ صاحب ۰ — ۰ — ۱۰
جناب خان بہادر نواب ضمیر احمد صاحب ۰ — ۰ — ۵
جناب ایس امام صاحب ۰ — ۰ — ۵

گذشتہ ماہ میں میاں احمد الدین صاحب زرگر نے ذیل کی رقوم ارسال کی ہیں۔

بٹالہ ۱۰/- امرت سر ۲/۱۴ لاہور ۵/۱۴ لائل پور ۲۲/- گوجرانوالہ ۲۵/- کھاریاں ۱۴/- شیخ پور ۱۰/- گوجرات ۲۵/- کالا سرائے ضلع جہلم ۵/-

چندہ کشمیر کی رفتار بہت کم ہے۔ سکرٹری مال صاحبان خاص توجہ فرمائیں۔ (فنانشل سکرٹری کشمیر ریلیف فنڈ قادیان)

پتہ مطلوب ہے

بھائی عبداللطیف صاحب احمدی جو پہلے ہوتی مردان میں بھی رہ چکے ہیں۔ اور ان کی اصل سکونت بٹالہ ہے۔ ان کے پتہ کی ضرورت ہے۔ کوئی صاحب مطلع فرمائیں۔ خاکسار (حشمت علی احمدی پٹواری نمبر ۲ [illegible] ڈاکخانہ خاص تحصیل [illegible] ضلع آباد)

پنجاب میں تعلیم کی رفتار
گورنمنٹ کی شائع کردہ رپورٹ کا خلاصہ

محکمہ تعلیم پنجاب کی سالانہ رپورٹ بابت سال مختتمہ ۳۱ مارچ ۱۹۳۳ء مظہر ہے۔ کہ غیر معمولی اقتصادی کساد بازاری کے باوجود محکمہ مذکور نے اپنی سرگرمیوں کے بعض پہلوؤں میں پیہم ترقی کی۔ اگرچہ جملہ اقسام کے اداروں کی تعداد میں کمی رونما ہوئی ہے۔ تاہم یہ کمی خاص طور پر اندیشناک نہیں سمجھی جانی چاہیئے۔ اس لئے کہ وہ زیادہ تر نکمے اور بیکار پرائمری اور بالغوں کے سکولوں کے بند ہونے نیز چند غیر تسلیم شدہ ذاتی مدارس کے کم ہو جانے سے واقع ہوئی ہے۔ دیہاتی تعلیم کا مسئلہ چند برس سے محکمہ کی توجہ کو جذب کئے رہا ہے۔ اور یہ امید کی جاتی ہے۔ کہ تعلیم کو دیہاتی زندگی کا ایک اہم جزو بنانے کے لئے اس معاملہ کو جس جدید نقطہ نگاہ سے سلجھایا جا رہا ہے۔ اس سے زیادہ روشن خیال۔ زیادہ قابل اور زیادہ خوشحال دیہاتی پیدا ہوں گے۔

لازمی تعلیم

یہ امر خوشکن ہے۔ کہ بہت سے خلاف حالات کے باوجود مزید ۹۵ رقبوں میں لازمی تعلیم کا نفاذ کیا گیا ہے۔ پرائمری کی منزل پر پہنچ کر طلباء کی تعداد میں جو کمی واقع ہو جاتی ہے۔ وہ بدستور سخت پریشانی کا موجب ہے۔ لیکن یہ امر مسرت بخش ہے۔ کہ طلباء کی باقاعدہ حاضری میں نمایاں ترقی ہوئی ہے۔ جو موثر درس و مدرس کے لئے لازمی ہے۔ موجودہ اقتصادی کساد بازاری کے زمانہ میں جبری تدابیر کا بلا امتیاز استعمال اچھائی کے بجائے برائی کا موجب ہوگا۔ لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ لازمی تعلیم کے نفاذ کے حق میں زبردست رائے عامہ پیدا کرنے کی غرض سے ہمہ گیر اور مسلسل نشر و اشاعت کا آغاز کیا جائے۔ مقامی جماعتوں کا اشتراک عمل ضروری ہے۔ اور امید کی جاتی ہے کہ اس قسم کا اشتراک عمل بدرجہ وافر حاصل ہو جائے گا۔

ثانوی تعلیم

سال زیر تبصرہ میں اینگلو ورنیکلر سکولوں کی تعداد بدستور رہی۔ لیکن ورنیکلر سکولوں کی تعداد میں ۷۰ کی کمی واقع ہوئی۔ یہ کمی یوں پوری ہو گئی۔ کہ ورنیکلر مڈل سکولوں کے طلباء کی ایک بہت بڑی تعداد نے جس کو فارم عطا کئے گئے تھے۔ اپنی اراضی میں آباد ہونا شروع کر دیا۔ اور جدید طریقوں کے مطابق کاشتکاری بھی شروع کر دی ہے۔ جس سے تسلی بخش مالی نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ امید ہے۔ کہ اسی دیہاتی آبادی کی بیکاری کا جزوی علاج ہو جائے گا۔ شہری رقبوں میں حرفتوں اور دستکاروں کی تعلیم و تربیت کے نفاذ سے بھی اسی قسم کے نتائج برآمد ہونے کی توقع ہے۔ جسمانی تربیت کو بالخصوص دیہاتی مدارس میں اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹروں کے تقرر سے جو اس غرض سے عمل میں آیا ہے۔ ترقی ہوئی ہے۔ اور قدیم دیہاتی کھیلوں کے لئے مرتب و منتظم مساعی عمل میں آ رہی تھیں تحریک سکاؤٹ میں بھی ایسی ہی خوشکن ترقی ہوئی ہے۔ اور مختلف میلوں اور مجمعوں پر سکاؤٹوں کی عملی خدمات بے حد قابل تعریف ہیں۔

کالجی تعلیم

سال زیر رپورٹ میں دو گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالجوں کو ڈگری کالج بنا دیا گیا۔ تجربہ سے ظاہر ہو گیا ہے۔ کہ چار سالہ انٹرمیڈیٹ اداروں میں طلباء خاص کر ان علاقوں سے زیادہ تعداد میں نہیں آئے۔ جہاں ان کے حریف ہائی سکول یا ڈگری کالج اچھی حالت میں موجود ہیں۔ امید ہے۔ کہ اس نقطہ نگاہ سے چار سالہ ڈگری کالج زیادہ کامیاب ثابت ہوں گے۔ ان کی بدولت لاہور میں طلباء کی بھرمار میں کمی ہو جائے گی۔ سال مذکور کے دوران میں گورنمنٹ نے یونیورسٹی کی تعلیم اور اس کے طریق کار میں اصلاحات تجویز کرنے کی غرض سے ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کی۔ کامل امید ہے۔ کہ یونیورسٹی اس کے نتائج فکر کو بجلد لباس عمل پہنائے گی۔

تعلیم نسواں

عام مالی کساد بازاری کے باوجود تعلیم نسواں کو کافی حیات تازہ حاصل ہوئی ہے۔ اگرچہ طالبات کی تعداد طلباء کی تعداد کے ساتھ لگا نہیں کھاتی۔ لیکن زیر تعلیم لڑکیوں کی تعداد میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ یہ محسوس کیا جا رہا ہے۔ کہ لڑکیوں کی تعلیم کو شہروں اور قصبوں کی حدود کے باہر بہت زیادہ وسعت دینی چاہیئے۔ اور توقع ہے۔ کہ دیہاتی مدارس کے لئے سند یافتہ استانیوں کی روز افزوں تعداد اس مشکل کو حل کر دے گی۔ سال کے دوران میں جو قابل ذکر ادارے قائم ہوئے ہیں۔ ان میں عورتوں کے لئے امرتسر سرٹ فورڈ کالج بھی ہے۔ امید ہے۔ کہ اس کالجی تعلیم کے لئے عورتوں کی مانگ ایک حد تک پوری ہو جائے گی۔

تجارتی تعلیم

ہیلی کالج آف کامرس نے جو اعلیٰ درجہ کی تجارتی تعلیم مہیا کرتا ہے اس وقت تک ۱۱۲ گریجوایٹ پیدا کئے ہیں۔ جن میں ۲۹ سال زیر تبصرہ کے دوران میں کامیاب ہوئے ہیں۔ ان میں سے بیشتر کو ملازمت مل گئی ہے۔ پوسٹ میٹرک۔ کلیریکل و تجارتی نصاب کو ۱۹۳۳ء ایک سال تک گھٹا دینے سے طلباء کی تعداد میں بھی کمی ہوئی ہے۔ اور عام رائے یہ ہے۔ کہ جو طلباء اس تھوڑی میعاد کے نصاب کی تکمیل کرتے ہیں مالکان کی ضروریات کے منشاء کو کما حقہٗ پورا نہیں کرتے۔ لہذا اس امر کے جاننے کے لئے مزید تحقیقات کی ضرورت ہے کہ آیا داخلہ کے لئے تعلیمی اوصاف کو زیادہ کر دیا جائے یا نصاب کی میعاد کو بڑھا دیا جائے۔

۱۵ جنوری کے زلزلہ سے حیوانات کی ہلاکت

۱۵ جنوری ۱۹۳۴ء کے زلزلہ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی پیشگوئیاں جس وضاحت کے ساتھ پوری ہوئی ہیں۔ اس کا پتہ ان تفصیلی حالات سے لگ سکتا ہے۔ جو "الفضل" میں درج کئے جا چکے ہیں۔ اسی سلسلہ میں ذیل کے حوالجات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان الفاظ کی صداقت کے ثبوت میں پیش کئے جاتے ہیں۔ کہ "اس (زلزلہ کے باعث) موت سے پرند چرند بھی باہر نہیں ہونگے۔" حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۶۔ چونکہ تباہی نہایت ہی ہولناک تھی۔ اس لئے پرندوں کی ہلاکت کی طرف کسی کو توجہ کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ البتہ چرندوں کی ہلاکت کا کئی دنوں کے بعد ذکر آیا۔ چنانچہ اخبار "ملاپ" کے ایڈیٹر مہاشہ خوشحال چند صاحب نے بچشم خود زلزلہ سے تباہ شدہ علاقہ دیکھ کر "بہار کے کھنڈرات میں" کے عنوان سے اپنے ۲۸ جنوری کے پرچہ میں ایک مضمون شائع کرایا۔ جس میں لکھا ہے۔

"تین دن اور تین رات لگاتار بھونچال زدہ علاقہ میں سفر کرنے کے بعد پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ تباہی بہت بڑی ہے۔ اور اخباروں کے ذریعہ اب تک عوام کو جو کچھ پتہ لگا ہے۔ وہ اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہے۔ افسوس میری آنکھوں نے جو کچھ دیکھا ہے میرا قلم اور میری زبان اسے بیان کرنے سے قاصر ہے۔ کوئی تباہی سی تباہی ہے اور بربادی سی بربادی ہے۔ دو منٹ کے جھٹکے نے چشم زدن میں دو سو میل لمبے اور ایک سو میل چوڑے علاقہ کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا ہے۔ ہزاروں برسوں کی پرانی تہذیبیں اور سینکڑوں برس کی یادگاریں مٹا دی گئی ہیں۔ جن مکانوں اور محلوں میں ہر وقت چہل پہل رہتی تھی۔ وہاں اب گدھ اور چیلیں منڈلا رہی ہیں۔ اور حیوانوں و انسانوں کی لاشیں نوچ نوچ کر کھا رہی ہیں۔ ریل کی سڑکیں ٹوٹ چکی ہیں۔ موٹر کا راستہ پھٹ چکا ہے۔ کھیت دلدل بن گئے ہیں۔ ایک ہزار گاؤں پانی سے محروم ہو گئے ہیں۔ کنوؤں نے آتش فشاں پہاڑ کے دہانہ کا کام دیا ہے۔ بھونچال کے وقت ان کھولتے ہوئے دہانوں سے ریت۔ پانی اور کالا مادہ اچھل اچھل کر نکلتا رہا ہے۔ اب وہ کنوئیں ریت سے اٹ گئے ہیں۔ اور اندھے ہو چکے ہیں۔ کئی مقامات پر زمین اتنی پھٹ گئی ہے۔ کہ اس میں کئی ہاتھی سما سکتے ہیں۔ اور بہت سے حیوان ان غاروں میں گر کر جان بحق ہو گئے ہیں۔ اور جب مردوں کو جلاتے یا دباتے ہوئے لوگ تنگ آ گئے۔ تو مردوں کو ا[ن غ]اروں میں پھینک کر اوپر سے مٹی ڈال دی گئی ہے لیکن تریں کی لگا کی طرح یہ پھر بھی نہیں بھر سکیں۔ اتنی انسانی اور حیوانی لاشیں کھانے کے بعد بھی ان کا منہ کھلا ہی ہے۔" اخبار "پرتاپ" ۲۹ جنوری میں یہ خبر شائع ہوئی ہے

"کلکتہ ۲۲ جنوری۔ امرت بازار پتر کا سپیشل نامہ نگار مونگھیر سے اطلاع دیتا ہے۔ کہ زلزلہ زدہ علاقہ میں ایک لاکھ کے قریب مویشی ہلاک ہو گئے ہیں۔ وہی بچے ہیں۔ جو زلزلہ کے وقت گھروں سے باہر تھے۔ جو گھروں میں تھے۔ وہ سب کے سب بھی نہ نکل سکتے تھے۔ کیونکہ رسوں سے بندھے ہوئے تھے۔"

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

اسمبلی میں ۳ مارچ کو ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فوجی سکرٹری نے بتایا۔ کہ دربار الور سے مطالبہ کیا گیا ہے۔ کہ وہ حکومت ہند کو دو لاکھ ۲۳ ہزار ۱۹۵ روپیہ جو ۳۱ دسمبر ۱۹۳۲ء تک اس کی طرف سے خرچ ہوا ادا کردے۔ یہ رقم اس فوجی کارروائی پر صرف ہوئی ہے۔ جو ریاست الور میں بحالیٔ امن اور انتظام کے لئے حکومت ہند کی طرف سے عمل میں لائی گئی تھی۔ سکرٹری موصوف نے یہ بھی بتایا۔ کہ اب تک صرف ۱۰ ہزار ۵۶۵ روپے وصول ہوئے ہیں۔ اور باقی رقم کی وصولی کے لئے کارروائی کی گئی ہے۔

غازی پور کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ وہاں ہولی کے دن ہندوؤں کا جلوس جب مسجد کے سامنے سے گذرا۔ تو مسلمانوں نے باجا بجانے پر اعتراض کیا اس پر فساد ہو گیا۔ جس میں تقریباً بیس آدمی مجروح ہوئے۔ حکومت کو دفعہ ۱۴۴ نافذ کرنی پڑی۔

نواب صلابت جاہ بہادر جو کہ اعلیٰ حضرت تاجدار دکن کے برادر کوچک تھے۔ مختصر علالت کے بعد ۲ مارچ کو حیدرآباد دکن میں وفات پا گئے۔ آپ کی عمر ابھی ۲۷ سال تھی۔

میکلیگن انجینئرنگ کالج لاہور کے نئے پرنسپل مسٹر فلپ بنس بی۔ اے ایم سی ایم اے جو سول انجینئرنگ انسٹی ٹیوٹ کے ایک ممبر ہیں۔ مقرر کئے گئے ہیں۔

کلکتہ سے ۴ مارچ کی اطلاع ہے۔ کہ وہاں دریائے گنگا پر ایسٹرن بنگال ریلوے کا پل جس کا نام "ہارڈنگ برج" ہے۔ ہندوستان میں سب سے بڑا اور دنیا بھر میں پانچویں درجہ کا پل ہے۔ اسے ۱۹۱۵ء میں چار کروڑ روپیہ کے صرف سے تیار کیا گیا تھا۔ مگر آج کل اس پل کی عمارت خطرہ میں ہے اور چونکہ دریا اپنا رخ بدل رہا ہے۔ اور خطرہ ہے۔ کہ پھر وہیں نہ بہنے لگے۔ جہاں آج سے ۱۶ سال پہلے موجیں مارتا تھا۔ اس لئے پل کو مستحکم بنانے اور دریا کا رخ قائم رکھنے کے لئے اس وقت چار ہزار مزدور اور ۸۰ نہایت قابل اور تجربہ کار انجینئر مصروف کار ہیں۔ اور ان کا ارادہ ہے کہ ۱۵ جون سے پہلے اپنا کام ختم کر دیں۔ کیونکہ اس کے بعد بارشوں کی وجہ سے طغیانی آجانے کا خطرہ محسوس کیا جا رہا ہے۔ کام کو وقت پر ختم کرنے کے لئے دریا کے کنارے بجلی پیدا کرنے کا ایک کارخانہ بھی کھولا گیا ہے۔ جہاں رات کے وقت بھی کام جاری رہتا ہے۔

پٹنہ سے ۲ مارچ کی اطلاع ہے۔ کہ ہلاکت آفرین زلزلہ بہار کے بعد اب دربھنگہ میں پلیگ پھیل گیا ہے۔ راج نگر میں ہیضہ کی شکایت ہے۔ اسی طرح چیچک اور انفلوئنزا کے کیس بھی ہو رہے ہیں۔

حکومت بنگال نے کلکتہ سے یکم مارچ کی اطلاع کے مطابق مرکزی حکومت کے زیر اثر اعلان کر دیا ہے۔ کہ سرکاری ملازموں کی تنخواہوں میں پانچ فی صدی کی تخفیف ۳۱ مارچ ۱۹۳۵ء تک بحال رہے گی۔

لنڈن سے ۴ مارچ کی اطلاع ہے۔ کہ قریب کے عرصہ میں ایک زبردست جنگ کے امکانات پیدا ہو رہے ہیں۔ چنانچہ ایک لاکھ روسی نوجوان اور تین سو روسی ہوائی جہاز اس وقت جنگ کے لئے منچوکو کی سرحد پر بالکل تیار ہے۔ اسی طرح جاپان نے چالیس ہزار نوجوان بھرتی کئے ہیں۔ تاکہ وہ اسلحہ تیار کرنے کی فیکٹریوں میں کام کریں۔

پورنیا کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ وہاں پھر زلزلہ کے جھٹکے محسوس ہو رہے ہیں۔ اور زمین میں زلزلہ نے جو شگاف پیدا کر دئے تھے۔ وہ زیادہ چوڑے ہوتے جاتے ہیں۔ اور دیواریں گر رہی ہیں۔

زمینداروں کی اقتصادی بدحالی پر ۲ مارچ کو پنجاب کونسل میں بحث ہوئی۔ اور بعض ممبران نے حکومت کو اس طرف توجہ دلائی۔ کہ زمینداروں پر ٹیکس بہ نسبت شہری لوگوں کے دوچند کے قریب ہے۔ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب نے کہا کہ وہ وقت قریب آرہا ہے۔ کہ جب زمینداروں کے پاس حکومت کو دینے کے لئے اپنی پیدا کردہ جنس کے علاوہ کچھ نہ رہے گا۔ آپ نے کہا۔ کہ حکومت نے صوبجاتی حکومتوں میں جو ان کے اختیار میں ہیں۔ آئندہ تنخواہوں کا معیار بے شک کم کر دیا ہے۔ لیکن حکومت بتلائے کہ اس نے امپیریل ملازمتوں کے متعلق حکومت ہند اور سکرٹری آف سٹیٹ پر زور ڈالنے کے لئے کیا ذرائع اختیار کئے ہیں۔ اس امر پر بھی زور دیا۔ کہ شرح تبادلہ بجائے ایک شلنگ چھ پنس کے ایک شلنگ چار پنس ہونی چاہئے۔ سر ہنری کریک ممبر خزانہ نے آخر میں بحث کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ کہ اگر دس سال اور آئندہ سال کے بجٹ میں واقعی بچت ہوئی۔ اور اچانک کوئی آفت پیش نہ آئی۔ تو وہ ٹیکس میں کمی کرنے کی کوشش کریں گے۔

سندھ کمیٹی کی رپورٹ کراچی کی ایک اطلاع کے مطابق تیار ہو گئی ہے۔ مزید برآں متفقہ ہے اور اس میں کسی قسم کا اختلاف نہیں۔ منجملہ سفارشات کے ایک یہ بھی سفارش کی گئی ہے۔ کہ سندھ کو علیحدہ یونیورسٹی ملنی چاہئے۔

چاٹگام سے تقریباً ۵ میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں میں ۲ مارچ کو پولیس نے تیرہ انقلاب پسند گرفتار کئے۔ جن سے تین ریوالور اور بہت سا اسلحہ برآمد ہوا۔

کپورتھلہ سے ۴ مارچ کی اطلاع ہے۔ کہ وہاں ایک سرکاری اعلان کے ذریعہ سوائے مذہبی جلوسوں کے ہر قسم کے جلوس نکالنے کی ممانعت کر دی گئی ہے۔ علاوہ ازیں دائسرائے ہند کے کپورتھلہ تشریف لانے کے سلسلہ میں انسپکٹر جنرل پولیس انتظامات استقبال کو کامیاب بنانے کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔

برما کونسل میں ۳ مارچ کو ۸۳ آراء کی موافقت اور ۴۰ کی مخالفت سے یہ تحریک پاس ہو گئی۔ کہ گورنمنٹ گذشتہ بغاوت برما کی اصل وجوہات دریافت کرنے اور پولیس اور فوج کی زیادتیوں کی تحقیقات کرنے کے لئے ہائیکورٹ کے کسی جج کے زیر صدارت ایک کمیٹی مقرر کرے۔

آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس ۴ مارچ کو بعد دوپہر دہلی میں ختم ہو گیا۔ دوران اجلاس میں مسلم لیگ کی ہر دو جماعتوں میں اتفاق ہو گیا۔ اور ایک قرارداد منظور ہوئی۔ جس کا مفاد یہ ہے۔ کہ ہر دو جماعتوں کی دلی خواہش ہے۔ کہ باہمی عناد کا انسداد کیا جائے۔ اس خواہش کی تکمیل کے لئے دونوں جماعتوں کے عہدہ دار اس بات پر رضامند ہو گئے ہیں۔ کہ وہ اپنے عہدوں سے دست بردار ہو جائیں گے۔ اور چونکہ مسٹر جناح نے صدارت کو قبول کرنے کے لئے اپنی رضامندی کا اظہار کیا ہے۔ اس لئے میاں عبد العزیز ان کے حق میں صدارت سے دست بردار ہونے کے لئے تیار ہیں۔ اس قرارداد کو متفقہ طور پر منظور کرتے ہوئے اعلان کیا گیا ہے کہ آئندہ سے ہر دو جماعتیں ایک جماعت متصور ہوں گی۔

رسالہ پیٹرسن ویکلی کو جس میں ایک عیسائی ڈبلیو جے ماکن نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ رضی اور حضرت بلال رضی کی فرضی تصویریں شائع کی تھیں۔ حکومت پنجاب نے ۵ مارچ کو بحق مالک معظم ضبط کر لیا۔

سرحدی کونسل میں ۵ مارچ کو فنانس ممبر نے بجٹ ۳۵-۱۹۳۴ء پیش کرتے ہوئے اپنی تقریر میں بیان کیا۔ کہ ہماری آمدنی تخمیناً ایک کروڑ ۶۳ لاکھ اور خرچ ایک کروڑ ۷۳ لاکھ روپیہ ہوگا۔ گویا ۱۰ لاکھ روپیہ کا خسارہ رہیگا۔

دار العوام میں ۳ مارچ کو تجارتی بورڈ کے صدر نے اعلان کیا۔ کہ گذشتہ سال روس نے انگلستان سے ۴۲ لاکھ ۴۸ ہزار پونڈ کا مال خریدا۔ اور ایک کروڑ ۴۷ لاکھ ۳۶ ہزار پونڈ کا مال اس کے پاس فروخت کیا۔

وائسرائے ریلیف فنڈ ۵ مارچ تک ۲۸ لاکھ ۹ سو روپیہ

عبد الرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا۔ ایڈیٹر: غلام نبی